سالگرہ نمبر

فائزہ افتخار

[illegible]

مکمل ناول

”محبت ایک خوشبو ہوا ہے جو مجھ تک آ پہنچی
خوش نصیب پہ محبت پڑتی ہے۔“
(او بھلا محبت نہ ہوئی کالو کا بھینسا ہو گیا، خوامخواہ
پھوس ہو گئی)
”محبت ایک ایسی شے ہے جو کسی کی پہلی نظر
کی ایک ہم عمر کرتی ہے۔“
(عجیب جاہل نظریہ ہیں، کس کی پہلی نظر، یہ
نظریں تو صرف ڈیڈی کی ہیں جو ایک ہم عمر کی
لگتی ہیں۔ اور مجھے بھی عمر کرتی ہیں لیکن اس
عمر میں محبت کہاں گئی۔) فلسفہ کی کتابیں رکھ کے
اب اس نے شعری مجموعہ نکالے
”محبت کڑوی گولی ہے۔“
(او بھئی کن شاعر صاحب نے تو محبت کو کڑیوں کا کھیل
بنا دیا)
”محبت رات ہوتی ہے۔“ یہ انہی حضرت کا دوسرا
بیان ہے
(مگر محبت میں تو دن رات کا سسٹم ہی نہیں)
”محبت جنگلوں میں رقص کرتی مورنی کا تن“ اچھا
تو رقص و موسیقی سے بھی شغف ہے)
”محبت برف زدہ سردیوں میں دھوپ جیسی ہے
محبت چلچلاتے گرم صحراؤں میں ٹھنڈی چھاؤں کی مانند
(یعنی کہ لو ان دنوں گرمیوں میں اے سی جب کہ
سردیوں میں ہیٹر کا کام کرتی ہے پھر تو واقعی بڑی کار آمد
چیز ہے۔ محبت یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ محبت میں آدمی
کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ شاید گرمی سے خراب ہوتا
ہے)
اور یہ شاعر اگلے صفحے پہ کچھ یوں کہہ رہے ہیں کہ
پیار اک عجیب شے ہے
انتظار میں مضطر
اختیار سے آگے
اختیار سے باہر
(اف یہ تو اعلیٰ درجے کے ڈپریشن اور ہائی بلڈ پریشر
کی علامات ہیں، یعنی ان صاحب کا محبت کے بارے
میں نقطہ نظر ابھی کچھ سے تو یا ہے)

"یک... اور یہ کون ہے جو محبت کی تعریف [illegible]
محبت کی تعریف میں کر رہے ہیں۔ شاید ان کا فلسفہ عشق
میں ماہانہ سلسلہ وار شائع ہو رہا ہے۔
"محبت اوس کی صورت
ہاں پھولوں کے ہونٹ کو سیراب کرتی ہے
گلوں کی پنکھڑیوں میں اور کھلے تم کھلتی ہے
محبت ابر کی صورت
دلوں کی سر زمین پہ گھر کے آتی اور برستی ہے
محبت آگ کی صورت
محبت خواب کی صورت
چراغ آب کی صورت سراب کی صورت
وہ دل کی صورت گرد کی صورت
(بس بس بس۔ میرا سر بلبلا اٹھا ہے۔ تمہارا
بس چلے تو کتاب کا صفحہ الٹ کر پورا سلسلہ پڑھ ڈالو ابھی نہیں۔
ابھی میں اسے اوس کی صورت محسوس کرنے لگتی ہوں
تو آپ آگ کی صورت قرار دے کر میرا تصور ہی تباہ
دیتے ہیں۔ ابھی میں ابر کی تشبیہ سے محبت کی تصویر
بنانے ہی لگتی کہ آپ نے سارا تصور بھاگ کر
بھاگ کر دیا۔ بھلا کیا ضرورت تھی محبت میں
بھاگ دوڑ کی اور گرد کی (آخر))
ہے محبت حیات کی لذت
ورنہ کچھ لذت حیات نہیں
کیا اجازت ہے ایک بات کہوں
وہ مگر خیر کوئی بات نہیں
(دیکھیے یہ کیا؟ یہ صاحب تو خود ہی کنفیوز
ہیں میرا کنفیوژن کیا خاک دور کریں گے)
لوح رفیع نے فرحت عباس شاہ کا شعری مجموعہ
ہے جسے اسلام امجد کا ترانہ ہے کہ جس کو پڑھ کر
کا شاید "شب وصل" الماری میں رکھنے کی کوشش
کی۔ مشتری کو وہ اکثر دیتی تھیں لیکن نانی کی
کتابوں کی آرام ہی شامت آگئی تھی۔
(یہ کل کے شاعر کیا جانیں محبت کیا چیز ہے یہ تو
برسوں کے میرا مطلب ہے ذرا پرانے پرانے شعرا
جانتے ہوں گے۔ اب ذرا جناب دیوان غالب [illegible]

لگتے ہیں۔
عشق نہیں آساں اتنا تو سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
(ہو گیا جان۔ صاف صاف کہیے کہ عشق
نہیں کرنا ہے یہ بول ڈالیے تو بہت سمجھے ہم سب
عشق۔ اب تو بولیے)
سلطان سی کتابیں واپس الماری میں رکھ دیں اور
شیشے کے دروازے بند کر کے ایک طرف ہو کے بیٹھ
گئی۔
ویسے بھی لوح رفیع کو عشق تو کرنا بھی نہیں تھا۔ وہ تو
صرف محبت کو سمجھنے کی کوشش میں ہی ہلکان
ہو رہی تھی۔ اس کی ایک وجہ بھی موصوف کے
ذہن میں بسی ہی ہے۔
"یار یہ محبت ہوتی کیا ہے؟" آخر وہ
جھلا اٹھی۔ "ہو سکتا ہے کل کلاں کو
کسی سے ہو ہی جائے تو پتہ ہونا چاہیے کہ یہ بھی
محبت کا الجھا ہے۔ مگر مجھے کیا۔ شعور تو ہے
بہ جس کی جان کے ایک پل پل کو پڑھا اور پایا،
پہچان جاؤں۔ اب اگر میں پہلے سے ہی محبت کو
طرح جان لوں۔ ساری علامات پہچان لوں تو
لوں تو اس کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ جیسے ہی مجھے
ہوئی تو میں سمجھ جاؤں گی کہ اوہو یہ تو محبت
علامات ہیں۔ وقت ضائع نہیں ہو گا۔ جلدی سے
محبت کرنا شروع کر دوں گی۔"
(اصل بات؛ یہ محبت ہی تو کہانی)
"کہا تو سب یہی کہتے ہیں کہ محبت اچانک ہو جاتی
ہے۔ جب اب اچانک تو کوئی آیا ہی نہیں تو کیسے
سب میں کوئی بھی اتنی اچھی نہیں لگی۔ کہتے ہیں
حضرات کے فلسفہ محبت کو میرا ذہن قبول نہیں کرتا
لیکن اتنا تو میں جان ہی گئی ہوں کہ محبت ہو گئی ہے
ہے۔"
(اچھا۔ تو ہم انلا کا کیسے؟)
"بھی پہلے تو یہی کہ ایک ہوتا ہے لڑکا۔ ایک
دن کا آغاز ہوتا ہے کہ وہ کہیں جا رہا ہوتا ہے تو راستے



میں اسے ٹکرا جاتی ہے۔"
(اور جب وہ ٹکرا جاتی ہے تو اسے محبت ہو گئی ہوتی
ہے بھی لو)
"کمال ہے پوری بات سنے بغیر ہی۔ بولو میں نہیں
ٹانگ۔ خود سوچو میں کیوں نہ بتاؤں محبت کیسے ہوتی
ہے۔)
لوح رفیع نے سارے لوٹ پٹانگ خیالات ذہن
سے جھٹکتے ہوئے نئے سال کی ڈائری کھول لی تاکہ
لکھنے کے لیے اس وقت وہ سال بیٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

میں لوح رفیع ہوں، رفیع صلاح الدین کا اکلوتا (اکلوتا)
بیٹا۔ شفیع صلاح الدین کا اکلوتا (اکلوتا) بھتیجا اور صلاح
الدین کا اکلوتا (اکلوتا) پوتا۔ میں احساس شفیع کا اکلوتا
اکلوتا کزن بھی ہو سکتا تھا لیکن اس کے تخیل میں۔
اف توبہ۔ کزن ہی کزن۔ میں اس کے تخیل کو کزن
منڈی کہہ کے پکارا ہوں بڑی چٹی ہے۔ چچی ہیں
تائی جی کہیں سے "میرے اکلوتے پن کو کیسے
پہچانے والی۔
تو جس دن پیدا ہوئی تھی اسی دن مجھے بڑی زبیر
کی تھی۔ وہ میرے شعور کا پہلا واقعہ ہے اور ستم
دیکھیے کہ اس قدر تیز۔
میری پانچویں سالگرہ کا دن تھا اس سے پہلے بھی
میری چاروں سالگرہیں ضرور دھوم دھام سے منائی گئی
ہوں گی لیکن اس بار میری اکیلا ہونا کھل رہی تھی۔
در اصل اب میں برتھ ڈے کو سمجھنے اور انجوائے کرنے
کے قابل ہو گیا تھا اس سال میری اسکولنگ بھی شروع
ہو گئی تھی۔ اسمبلی میں دعا وغیرہ کے بعد اکثر کوئی نہ کوئی
بچہ سارے بچوں کو سویٹس بانٹتا اور ہیپی برتھ ڈے
ممنون نظروں سے دیکھتے ہوئے "ہیپی برتھ ڈے"
کہتے میرا بڑا دل چاہتا۔ آخر میری برتھ ڈے کب
ہو گی۔ کس دن میں یوں پاکٹ میں ہاتھ ڈال ڈال کر
مغرور سی مسکراہٹ اور اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ
کسی بادشاہ کی طرح رعایا میں کینڈیز بانٹوں گا اور وہ

اردو اور انگریزی ادب کا بہترین انتخاب

# عمران ڈائجسٹ

تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے۔

جس میں
☆ عمران ڈائجسٹ کا نیا اور حیرت انگیز سلسلہ "عقاب"
[illegible]
☆ حیرت انگیز اور پراسرار معاملات کے حامل ایک شخص
کی داستان۔ عمران ڈائجسٹ کا نیا اور حیرت انگیز سلسلہ
"وفادار" شکیل احمد نواب کے قلم سے
☆ [illegible]
"گواہ دینا" سید علی ارسلان کے قلم سے
☆ "تیرا نغمہ" شائستہ وحید کے قلم سے
[illegible]
[illegible]
☆☆ اس کے علاوہ ☆☆
"وحشی" احمد سلیم صدیقی "انعام یافتہ" [illegible]
"باکمال" [illegible] "مشینی دور"
[illegible] "دیانت دار" [illegible] "عجیب
داں" [illegible] "یقین محکم" [illegible]
"پہلا شکار" [illegible] "دل پھینک روح"
[illegible] "احتیاط" [illegible] "برعکس"
[illegible] "واپسی" [illegible]
☆☆ اردو ادب سے انتخاب ☆☆
"تنہائی کا پھول" [illegible] کے قلم سے
"پلاننگ" [illegible]
☆ ایک طویل کہانی "تلاش" [illegible]
[illegible]
[illegible]

سچی داستانیں کے سلسلے کی کہانیاں
اس کے علاوہ بہت سی کہانیاں

سارے بچے مجھے دن بھر چڑاتے رہتے ہیں کہ
خوشی خوشی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ آگے کر کے
کہیں گے "ہیپی برتھ ڈے" مجھے، سو میں ان کا آگے میں
تمہارا بیسٹ فرینڈ ہوں"

"ڈیڈی میرا برتھ ڈے کب ہے؟" میں ہر اس روز اسکول سے آنے کے بعد ڈیڈی سے یہ سوال کر کے روز ہی اسکول بیگ پھینک دیا جاتا۔

"حسین نومبر کو۔" جواب شفیع انکل دیتے۔ ڈیڈی تو سوچتے ہی رہ جاتے۔

"کون سی تھی نومبر کب ہے؟" میں اگلا سوال کرتی۔

"حسین نومبر۔ ابھی آج تو ہے اطلاع ملی۔ وہ ہوئے چار مہینے اور یہ سال بھی ساتھ ہے۔ سارے چار مہینے بعد حسین نومبر ہوگا۔" انکل پھر بھر اسباب لگتے لیکن میں مطمئن ہو کے

"یہ سارے کیا ہوتا ہے اور چار مہینے کیسے ہوتے ہیں؟"

"تمہارا سر ہوتا ہے۔" ڈیڈی نے اخبار دے کر میرے سر پہ مجھے مارا۔ "جس قدر سوال کرتے ہو لگتا ہے اخبار تک پڑھنا محال ہو گیا۔"

"تو آپ نے ہم سے اخبار چھین کر آپ کب جواب دے رہے ہیں۔ جواب تو انکل دے رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں اخبار بھی نہیں۔" میں بہت سوچ سمجھ کے بولی تو اس پر ڈیڈی کو اور غصہ آگیا جب کہ انکل ہنس ہنس کے ہنسنے لگے۔

"کتنی تیز زبان ہو گئی ہے تمہاری۔ پہلے صرف سوال کرتی تھی اب جواب بھی دینے لگی ہو۔"

"کہہ رہا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ فوراً جواب دو کوئی بھی سوال کے جواب [illegible] اور اگر جواب دوں تو۔" "میری شکایت" انکل [illegible] چھت کو ڈیڈی کے غضب سے بچانے کے لیے انہوں نے جلدی سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور گود میں بٹھا لیا۔ اب ڈیڈی انہیں [illegible] گئے۔

"تم سر اس بچے کا کرتے ہو اس لڑکی کو، یہ کوئی لقب [illegible] اس قدر بدتمیزی کرتا ہے اور [illegible]

ہنس کے آئے اور تیز کرنے لگے۔

"کھلی جان پہچان ہے" انہوں نے مجھے [illegible] ڈیڈی مسکرائے [illegible] ہی ہو گئے۔

"ہیپی برتھ ڈے انکل" جب میری برتھ ڈے [illegible] گئے۔

"یہ آج برتھ ڈے کیسے؟ [illegible] پریشان ہو گئے [illegible]

"ڈیڈی آپ اخبار کب پڑھ رہے ہیں [illegible] کھول کر آئے کیا ہوا ہے۔" میں [illegible]

"شفیع انکل ڈیڈی کے ہونٹ [illegible] ہے۔" آپ کے ڈیڈی بھی مسکرائے۔ انکل [illegible] پڑ گئے۔

"ہاں تو میرا بیٹا کیا کہہ رہا تھا کیا چاہیے اسے برتھ ڈے پہ۔"

"جس دن میں اسکول میں پورا ہوا ایک [illegible] کیک لے کر جاؤں گی سارے بچوں کو دوں گی۔"

"مگر میری جان ایک پیکٹ کیوں؟ [illegible] ایک کیک کا اور ایک [illegible] بھی دے دینا [illegible] جو ہر بچے کے [illegible] ایک پیارا سا پیکٹ بنائیں گے جس میں سب [illegible] چیزیں ہوں گی۔ تم مجھے [illegible] بتانا تمہارے اسکول میں کتنے بچے ہیں۔" میں خوش [illegible] اور سارے چار مہینے [illegible] انتظار کرنے لگی۔

صرف چار مہینے ہی گزرے تھے کہ میرے [illegible] کی برتھ ڈے پارٹی میں مجھے [illegible] انکل کے ساتھ وہاں جانے میں نے خوب [illegible] کیک شاید میرے [illegible] [illegible] گفٹس، برتھ ڈے کیپ [illegible] سے پہلے [illegible] میں گھر آتے ہی چل کیا [illegible] برتھ ڈے بھی دیے ہی ہوتا ہے [illegible]

انکل نے مجھے ایک بڑی سی البم کھول کے دکھائی۔

"یہ دیکھو ممی کی تصویر تھوڑے۔" انہوں نے ایک پھولے سے بچے [illegible] مما کی گود میں گل گل کے رو رہا تھا۔ مما ایک ہاتھ سے اسے اٹھائے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے ساڑھی سنبھال رہی تھیں۔ ساتھ میں بلیک سوٹ میں ڈیڈی کھڑے ہنس رہے تھے۔ انہوں نے میری کمر پہ ہاتھ رکھ کر مجھے مما کی گود سے گرنے سے روک رکھا تھا۔ مما کے اس طرف انکل چھوٹے سے بھالو کی شیپ والے کیک پہ لگی موم بتیاں جلا رہے تھے۔

"یہ میں ہوں؟" میں نے غور سے اس موٹے تازے بچے کو دیکھا جسے سلور کلر کی شیروانی میں لپیٹا گیا تھا۔ سر پہ عجیب سی قائد اعظم والی سلور ٹوپی تھی۔ اور ہونٹ حلق پھاڑ کے چلا رہا تھا۔

"میں اس برتھ ڈے پہ فضول ڈریس نہیں پہنوں گی۔" میں نے فوراً انکار کیا۔ "ورنہ مجھے پھر اسی زور سے رونا آئے گا۔"

"اور یہ لوگوں کی دوسری برتھ ڈے۔" انہوں نے البم پلٹی۔ "ایک گنجے سر والے بزرگ سے لوگوں کی گود میں بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ ست سا بیٹھا تھا۔

"یہ دادا جان اور دادی امی ہیں۔ تمہیں بہت پیار کرتے تھے لیکن تمہاری تیسری برتھ ڈے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔"

"میں اس بار بھی انہیں اپنی برتھ ڈے پہ بلاؤں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایک دن کی چھٹی دے دیں گے؟"

وہ کچھ نہ بولے اس مجھے اگلی تصویر بھی دکھا کے یہ یقین دلاتے رہے کہ میری پہلی برتھ ڈے پارٹی بھی شاندار ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ایسی ہی ہوگی۔ [illegible] برتھ ڈے پارٹی سے بھی اچھی۔ میں جتنا ایکسائٹڈ تھا وہ مجھ سے بڑھ کے ایکسائٹڈ ہو گئے۔ مما ڈیڈی دونوں ہماری [illegible] ہنس رہے تھے۔ آئی ہیں [illegible] برتھ ڈے [illegible] میں گھر آتے ہی [illegible] بھی کہتے ہی روز سے اپنی امی کے گھر رہنے گئی ہوئی تھیں [illegible] سے انکل سید [illegible] جاتے لیکن ان

سے ملنے کے آنے کے بعد کا سارا وقت میرے ساتھ مختلف قسم کی باتوں میں گزرتے۔ میں نے سارے اسکول میں دھڑا پھیلا رکھا ہے۔

"میری برتھ ڈے پہ بھالو اور بندر والا تماشہ دکھانے آئے گا۔"

"میوزک چیئر کے ساتھ ساتھ جھولے بھی لگیں گے لان میں۔"

"کل کلاس کی سب کلاس کا ایک ہی رہے گا۔"

"میں برتھ ڈے کی صبح صرف [illegible] نہیں آؤں گی میرے انکل نے پورے اسکول کے بچوں کے لیے گفٹ پیکس تیار کیے ہیں۔ ہر پیک میں [illegible] چاکلیٹ، منی [illegible] کینڈی، کلی سوفٹ ہے۔" بچے مرعوب ہو جاتے اور میں روز خوش باش سا اسکول سے لوٹتی۔ ایک دن پہلے انکل نے مجھے سارے گفٹ پیک بھی دے دیے اور میرے سارے کلاس فیلوز کے لیے خوبصورت سے انوی ٹیشن کارڈز بھی۔ میں خواب میں بھی خود کو فرینڈز کے درمیان اتراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ایک دن پہلے ہی سے لان میں کئی قسم کے جھولے نصب ہو چکے تھے۔

اگلے روز میں سو کے اٹھا تو مما کو غائب پایا۔ پتا چلا کہ وہ ہسپتال گئی ہیں۔ انکل شفیع کے گھر ایک ننھی سی پری جیسی بیٹی آئی ہے۔

"تو وہ ہسپتال کیا کرنے گئی ہیں۔ انکل کے گھر جاتیں۔ لیکن انکل کا گھر تو یہ ہے تو کیا وہ ننھی سی پری ہمارے گھر آئی ہے۔"

"ہاں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تمہارے برتھ ڈے کا گفٹ ہے۔" اور ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ آج تو میرا برتھ ڈے ہے۔ میں شاید پہلی بار اتنی خوشی سے بستر سے اتر کر یونیفارم پہننے گیا تھا لیکن ڈیڈی نے یہ کہہ کر مجھے پریشان کر ڈالا کہ آج میں اسکول نہیں جا سکتی۔

"لیکن کیوں؟ یہ کارڈز، یہ گفٹس [illegible]" میں چلا چلا کے رونے لگی۔ ادھر ادھر ڈیڈی فون سنتے اور بھی پریشان سے نظر آنے لگے۔ وہ جلدی سے [illegible]

انکل کے باہر نکلتے ہی تھے کہ میں ان کی بانہوں سے لپٹ گئی۔

"مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں۔ میں اسکول نہیں جاؤں گی۔" انہوں نے مجھے پیار سے سمجھانے کی بھی کوشش کی۔ لیکن ایک تو میں اس قدر ضدی تھی اور دوسرے شاید وہ بھی زیادہ جلدی میں تھے۔ ایک نظر میرے چہرے پہ ڈال کے باہر چلے گئے۔ میں رو تو دی لیکن ایک خوب تیز جیسے چلے گئے حقیقی سکتا ہے مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ میرے وقت کیا سوچتے ہوں گے میں کس قدر خوفناک ہوں اور مشغول میں اپنی بیٹی کے ساتھ انتظار میں تھا اور بھی کے بعد اسکول لے جانے کی بات ان کا قیامت کی آئیں گے اور میری کتنی تکلیف ہوگی۔

وہ دوڑ کے میں ایک دو مرتبہ گیا پھر شاید مجھے شدید بخار ہو گیا ڈیڈی کب آئے مجھے کیوں روتے تھے انکل وہاں لوگوں کے کہتے ہیں۔ سر رکھ کے کہیں سکتے تھے کہ میں اسے لوگ کیوں دیکھ رہے ہیں اور اتنا شور کیوں ہو رہا ہے۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنکھ کھول کے محسوس کرتی لیکن کچھ نہ پاتے سو جاتی اور آنکھیں بند ہو جاتیں۔

چند دنوں بعد مجھے پتا چلا کہ وہ فرشتے انکل کو بھی کہیں دور لے گئے تھے۔ بدلے میں ان سے آنٹی لے گئے۔

"تو انکل آپ ان سے کہہ دیتے کہ ہمیں پری نہیں چاہیے آنٹی ہی چاہئیں۔ یہ پری کس کام کی ہے بلکہ بالکل فضول ہے اس کے تو پر بھی نہیں ہیں یہ کیا اڑے گی۔ یہ تو بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ ہر وقت لیٹی رہتی ہے اور روتی رہتی ہے۔ کیا پریاں ایسی ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے وہ فرشتے آپ سے چیٹنگ کر گئے ہیں۔"

"بری بات ہے نوح! ایسے نہیں کہتے چلو اپنے کمرے میں جاؤ انکل کو پریشان مت کرو۔" ماما نے کہا۔

میں اب پریشان نہیں تھی ہیں۔ وہ پہلے سے پریشان ہیں۔ ابھی بھی آنٹی نے کہا فرشتہ محترمہ کو کسی بچے نہیں ہو سکے۔ ہم اس کا پیار کریں گے۔ اس وقت آپ کو اسے انجوائے کرنا ہے۔ آنٹی بھی ابھی تھیں۔ آپ کے اسے ہم کریں گی تھیں پیشانی تم کہتے تھی تھیں۔ گوری کے سے کہتی ابھی اسٹور میں تھی علاج کرانی تھیں بچی انکل ابھی ہم اس کمرے کی بڑی گود میں رکھ کر آئی لے آئی۔

ہم نے تو بحق انہیں اٹھانے لگا تو بچہ نہیں کہیں انکل یہ سر رکھ کے سکتے تھے اور مجھ سے مجھے بچے کا اور اس بچی پری کو انکل کی گود میں رکھ کے جب کرانے لگیں۔ وہ انکل چپ رہے اور اس پری کے سر کو دیکھ رہے تھے میں جل بھن گئی۔

"یہ تو اس لیے رو رہے تھے کہ میں نے اس پری کو ایک دیا ہوں تو آپ انکل کو مجھ سے زیادہ اس سے پیار ہے لو نہ صرف آنٹی آنٹی کو بھی لے گئی بلکہ میری ساری بہت سی پارٹی بھی خراب کر دی۔ اور اب سارے کا سارا وقت انہیں بس اسی میں لگی رہتی ہیں۔"

"یہ گوری کب جل جب وہ جو احساس شفیق سے میری بے زاری ختم نہیں ہوتی تھی سب جان میں اس سے اتنا ناراض تھا۔

پہلے شہزادی جان بھی نہیں چاہتی تھی جو وقت انہی کی گود میں پڑی رہتی ماما بھی اس کے لیے فیڈر بنا رہی ہیں۔ کبھی فراک پہنا رہی ہیں۔ کبھی کنگھی کے پونیاں بنا رہی ہیں۔ کبھی گھٹنے پہ لٹا کے ہلا ہلا کر سلا رہی ہیں۔

پھر اسے چلنا آیا تو سارے گھر میں تختہ کرتی کبھی میرے کمرے میں گھس جاتی۔ سارے کھلونے اٹھا کے پھینک دیتی۔ کبھی کوئی چیز اس کے ہاتھ لگ جاتی تو توڑ کر آتی۔ کبھی ماما کے دار کنگ ٹیبل سے سب کچھ نیچے پھینک دیتی۔ میں انکل کا نام لیتی تھی۔ "گوری بھی ایسے ہی کرتے تھے۔" لیکن مجھے تو

پیار کرنے پر بھی اپنی کوئی بھی تیزی دکھاتی تھی۔ پھر وہ بولنے لگی۔ کس وہ کوئی بڑا انقلاب آ گیا خوشی سے بے حال ہو جاتے اور میں جل بھن جاتی۔

"گوری میں بھی تو گوری ہوں تو سب مانتے ہیں کہ لڑکیاں تم بولنے میں سست ہو۔" گوری تو گوری ڈیڈی اس کی باتوں پہ خوش ہو کے اکثر اسے گود میں اٹھا لیتے۔ جب کہ مجھے یاد نہیں تھا کہ کبھی انہوں نے مجھے اس طرح پیار کیا ہو۔ بلکہ انکل بھی کرتے تو انہیں غصہ آتا کہ وہ میرے ساتھ غیر ضروری لاڈ کر رہے ہیں۔

"تو کیا یہ ضروری لاڈ نہیں ہے جو وہ اب کر رہے ہیں۔" ماما نے اسے "بھائی جان" کہنا سکھایا اور جب وہ زور لگا کر مجھے "آپی" کہتی تو میرا دل اس پہ چاہتا اسے زور سے دھکا دے کر پیچھے گرا دوں۔ میرے پر زور احتجاج کے نتیجے میں انہوں نے اسے "آپی" کہنا چھوڑ دیا اب وہ مجھے نوح کہہ کر ہی پکارتی تھی جس پہ آنے والے دنوں میں مجھے مزید اعتراض ہوا کہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی ہونے کے باوجود وہ میرا نام کیوں لیتی ہے لیکن اب اس کی زبان میں میرا نام رچ بس گیا تھا۔

دو تین سال بعد محترمہ کو کارٹون دیکھنے کا چسکا بھی لگ گیا مجھے پسند تھے اعصاب والے انجانا ڈرامے اور لمبی لمبی چلتی ہوئی ایکشن فلمیں۔ جب کہ اسے ہم ایک چیز اور وہ بھی دیکھنا اچھا لگتا تھا ماما اسے بہلانے کے لیے اس کی پسند کے کارٹونز لگا دیتیں۔ وہ بس تب کے گانوں پہ تالیاں بجانے لگتی اور میں منہ سوجانے لگتی۔

"یہ میرا کمرہ میرا ٹی وی ہے اس سے کہیں اپنے کمرے میں جا کر دیکھے یہ میرے ڈیڈی کا کمرہ ہے وہ اس کے ڈیڈی کا ہے وہاں جائے۔" ماما آنکھیں نکال کے دھمکاتیں۔

"محترم نہیں آنٹی ایسی باتیں کرتے ہوئے وہ کہتے انکل یہیں بیٹھے اس کے ڈیڈی ابھی آفس سے نہیں لوٹے۔ آئیں گے تو چلی جائے گی۔"

"میرے ڈیڈی بھی تو نہیں آئے۔" میں جھک کے کہتی اور ماما سر جھکا کے رہ جاتیں۔

"ٹھیک ہے تمہارے پاس میں تو ہوں۔" گوری جو بھی کہہ سکتی کہ کتنا اتنا بڑا ہو جائے گا اب میں تو ہر کوئی تھا اور ابھی طرح جانتے کا اعتبار فرشتے آنٹی کو کہاں لے گئے تھے لیکن احساس ابھی بھی احساس سے دور تھی کہ اس نے اپنی ماں تک نہ دیکھی تھی تو کیا محسوس کرتی لیکن اس کی وہ پلک ضرور کرنے لگی۔ اس وقت بھی وہ کارٹون دیکھتی ہوئی کچھ ہنسنے لگی۔ اس کی عمر میں سوال بہت کرتی تھی وہ جواب کچھ کہتی لیکن اب اس کی اس عادت سے خاصے تنگ تھے کہ وہ سوال کر کے ناک میں دم نہیں کرتی۔ گوری ڈیڈی اس کی اس عادت سے بڑا خوش ہوتے کہ ایسی کسی معاملے پہ میرا دل چاہتا گوری کو ڈھونڈ کے لاؤں اور اس کی بڑی بڑی ہی آنکھیں وہ ساتھ سوال کرتی تھیں۔

پھر وہ میرے ساتھ اسکول بھی جانے لگی پہلے پہل تو مجھے بڑا مزا آیا۔ خوب بڑا محسوس کرنے میں بریک ٹائم میں ہر وقت اس کو آنکھیں دکھایا کرتی۔

"اتنی ملالہ ہے نا وہ نہیں رہیں کس قدر گرم ہے۔" یا پھر "سارا یونیفارم گندا کر لیا یہ کیسے نہیں کر لیا۔"

"پھر سوری کھا رہی ہو۔ دانت خراب ہو جائیں۔" گوری وہ میرے سر کو پکڑ کر اسے رولا دیتی۔ میں نے اتر کر سر جھکا کر ایک طرف بیٹھ جاتی۔ میرے فرینڈز میں میری خاصی دھاک بیٹھ جاتی۔ کسی کے بھی چھوٹے بہن بھائی اس کے رعب میں نہ تھے لڑکے پڑتے ایسے میں ظاہر ہے میرے رعب کی وجہ وہ ہوتی ہی تھی لیکن دو ڈھائی سال بعد بھی اس کی ہر وہ بات نے مجھے اس حد تک مجبور کر دیا کہ میں یہ اسکول چھوڑنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگی جس میں ہر سال رزلٹ آنے پہ مجھے سو باتیں سننا پڑتیں۔ میں پڑھائی میں بھی گوری نہیں تھی لیکن ڈیڈی بھی اس حوالے سے سخت تھے ہر سال ہر چیز بیجھے تک مارکس آنے کا احساس۔

جب ہی رہی تھی۔ حالانکہ ڈیڈی نے اس پہ کیا بھی کیا تھی اس کے اپنے ڈیڈی یعنی انکل بھی اس کے حادثے میں حد سے زیادہ زخم تھے پھر اس کے اپنے فرق بھی اس قدر تھے اسٹوری بکس لا کے دیا تھا ویڈیو گیمز لا دئیں اس سے وقت بچتا وہ فرینڈز سے بھی نوک جھونک گپ شپ میں گزرتے وہ حال تو اس کی تھی۔ لیکن اب سب کے باوجود جانے کیسے سہیل شپ کر جاتی تو سے بعد سے بھی زیادہ اس وہ ہر سال شپ کر جاتی۔ میرے ساتھ اس کے مار کی آنے غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی لیکن اس کی قسمت ایسی شو ہو تو اس کے سوچ میں بے رنگ بھرتی بھی ایسی کہ فرسٹ پرائز لے جاتی۔ اسٹوری رائٹنگ یعنی کمپیٹیشن میں بھی ہر سال فرسٹ پوزیشن اسی کی ہوتی۔ بمطابق اسے آرٹس پینٹنگ، ہر ہم میں وہ آگے ہوتی اور ہر سال ہی سالانہ تقریب اسناد میں مجھے سالار کس بھی ڈیڈی بھی مما اور بھی اپنے بچوں اور فرینڈز تک سے سنتا پڑتے۔

"زیمور لازماس کو ایک تھی جیسی ہے ایک تم ہو بھی تمہارے حوالے سے ہمیں یوں ایچ تک جانا گیا؟ اچھا بچی ہی سی ہے تو اپنی بچی ہم اسی میں خوش ہو لیتے ہیں۔" ڈیڈی رات کھانے ہوئے ہمیں ہنستے ہوئے کہا کرتے۔

"سب اور تم مجھے اس کی ماما کہتے ہوئے مبارکباد دے رہی ہیں۔"

ماما خوشی خوشی کہتیں اور میں دہ اسامتہ سے کہہ کر پھر لیتا۔

"تمہاری بس ہر سال پوزیشن لیتی ہے۔ تم اسے دل کیوں ہو۔" بچپنے کے کہنے میں صاف کہہ دیتے۔

"سوری ممانیہ وہ میری کسٹ نہیں ہے۔"

اور گھر آنے کے بعد تو خاصے بے رحم الفاظ میں میرا اور اس کا موازنہ کیا جاتا۔ اگر بات صرف اس کی تعریفوں تک رہتی تو ٹھیک تھی۔ (حالانکہ اس سے بھی میرے دل کو خاصی تکلیف ہوتی تھی۔) لیکن وہ تو میرے نیچے دکھانے پر اتر آتے میں تنگ آ کے کہتا۔

"میں میٹرک میں ہوں اور وہ ابھی ففتھ کلاس میں۔ آپ اس کا مقابلہ مجھ سے کیوں کرتے ہیں جب وہ میٹرک میں ہو گی تب دیکھوں گا۔"

"تو تم نے ففتھ میں کون سا تیر مار لیے تھے وہ سے ہی ایسے ہو۔" شروع سے ہی وہ ڈیڈی کی لگ رہی تھی ہولاشہیں بھی سب لگی جب کہ تو ہر طرف سے لڑائی کی بات بھی جانتے ہو اس کے باوجود ٹھیک نہیں کہ اگر فرسٹ پوزیشن تک بھی آ جاؤ تو میں شکر کروں گا۔"

اور شکر و میں نے کیا تھا جب میٹرک کرنے کے بعد اس اسکول سے نکلا جہاں اس کی ذہانت وہ قابلیت کے ڈنکے بجا کرتے تھے۔ کالج جا کر شاید میں کچھ بے فکر ہو گیا تھا یا پھر شاید مجھے اپنے اور اس سکستھ کلاس میں پڑھنے والی "بچی" کے درمیان فرق زیادہ ہی محسوس ہونے لگا تھا کہ میں نے بات بے بات اس کی وجہ سے چڑنا ختم کر دیا۔ میں اسے بالکل بچی سمجھنے کی طرح ٹریٹ کرنے لگا۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش کرنے لگا لیکن جلد ہی میرا یہ شوق بھی ختم ہو گیا۔ ایک تو اس نے اچانک ہی دن بدن انچوں میں لمبا ہونا شروع کر دیا۔ دوسرے قد کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ کا حجم بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا اور ہر سال میں وہ چھلانگیں مار رہی تھی۔ اس وقت میٹرک میں پہنچ چکی تھی جب میں دوسری بار ایف ایس سی کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلی بار میں فیل ہو گیا تھا میری فرسٹ ڈویژن آئی تھی مگر کسی میڈیکل کالج کی میرٹ لسٹ پہ میرا نام نہیں تھا۔ ڈیڈی کے کہنے پہ میں نے میرٹ پہ آنے کی غرض سے دوبارہ امتحان دینے کی ٹھان لی اور دوسری بار میں خاصا کامیاب بھی رہا۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں میرا ایڈمیشن ہو گیا لیکن اس کامیابی کی خوشی کو میں ڈھنگ سے سیلیبریٹ تک نہ کر سکا وجہ ایک بار پھر اساور شفیع تھی جس نے میٹرک میں پورے لاہور میں سائنس گروپ میں فرسٹ پوزیشن لی تھی۔ اور جانے کیا وجہ تھی کہ اس نے آگے میڈیکل کی فیلڈ میں جانے کے بجائے کنیئرڈ کالج میں انگلش لٹریچر، اکنامکس اور سوکس جیسے سبجیکٹس رکھ لیے۔ انکل ہمیشہ کی طرح اس سے پہلی ہی بار پرس تک نہ



کر سکے البتہ میرے ڈیڈی نے خوب زور دیا کہ وہ میڈیکل نہ سہی، انجینئرنگ لائن تک میں ہی آ جائے۔ لیکن اس کے پاس دلائل کے لیے ابھی خاصی معقول ضد تھی۔

"انکل، بی آنٹی کی طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی۔ گھر کی ذمہ داریوں کا مت بوجھ ہے۔ ہر وقت کی ٹینشن سے ان کا بی پی بھی ہائی رہتا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اب گھر کی ذمہ داریوں میں میں ان کا ہاتھ بٹاؤں۔ اگر میں بھی پوری طرح اپنی اسٹڈیز میں مگن ہو گئی تو ان کی ہیلپ کون کرے گا۔"

اور میں نے سکون کا سانس لیا تھا اب کم از کم میں اپنی میڈیکل کی تعلیم بغیر کسی ذہنی دباؤ اور ٹینشن کے کر سکتا تھا لیکن اس لڑکی نے کبھی نہ کسی معاملے میں مجھے زچ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اس نے ماما کی ہیلپ کرنے کی بات کی تھی لیکن رفتہ رفتہ اب وہ پورے گھر کا کنٹرول ہاتھ میں لے چکی تھی مستقل اپنی مرضی میں کروانے کے لیے اس نے مستقل والی ماسی کو صبح ساڑھے چھ بجے آنے کا پابند کر دیا۔ اور میری صبح کی نیند غارت کر کے رکھ دی۔ پہلے میں ساڑھے سات بجے اٹھ کے افراتفری میں تیار ہونے کے بعد کسی نہ کسی طرح وقت پہ کالج پہنچ ہی جایا کرتا تھا لیکن اب چھ بجے ہی جھاڑو پونچھے، ڈسٹنگ، برتن دھونے اور بدلتی ہانڈی کا شور بد مزہ کر کے جگاتا۔ ناشتا تیار کرنے کی ڈیوٹی بھی اس نے اپنے سر لے لی۔ مجھے نخرے کر کر کے ملازمہ سے روز نیا ناشتا بنوانے کی عادت تھی جب کہ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتی پوچھتی۔ "ہاں بولو فرائی یا بوائل۔" ساتھ ہی ٹوسٹر بھی آن کر دیتی۔ پوچھے بغیر کہ میں سلائس لوں گا یا پراٹھا۔ ابھی میں بوائل اور فرائی کو ریجیکٹ کر کے آملیٹ کی فرمائش کرنے ہی والا ہوتا کہ وہ خود ہی فرائی پین میں گھی ڈال چکی ہوتی۔

"فرائی ہی کر رہی ہوں، بوائل کرنے کا وقت ہی کہاں ہے۔" انڈا توڑ کر گھی میں ڈالنے کے بعد وہ چھتر برش اٹھا کے کچن سے نکل جاتی۔

"بلیز، جلدی آؤ اور ایک پلیٹ میں، کھانا ٹیبل پر رکھوں" اور وہ ایک مسیج کر کے آ جاتی۔ "شوہر کے فرمان کے مطابق ہر ہفتے کی رات کسی طرح اور یا آملیٹ میں نکالتا کہ وہ کافی کم بیک لگانے پھرتے تنہائی میں کر کے کھا لیتے آپ میں ... ہوتی کہ اس کی رات واپس آ جاتی۔ جو کے لوگ پاس کے وہ اور کئی بچے خود ہی وال لو۔"

ہفتے کو میں گھر پہ ہی کیا کرتا۔ رات کے کھانے کی ڈیوٹی بھی اس کی تھی ملازمہ سے زیادہ کے کر چند ہی ہفتوں میں خاصی اچھی گرفت میں لے چکی تھی۔ لیکن ایک بات دھرم تھی کہ کبھی جو اس نے کسی کی فرمائش کے مطابق ڈنر تیار کیا ہو۔ کچن میں لگے چارٹ کے مطابق ہی مینو تیار ہوتا۔ اب لاکھ دل کر رہا ہو دال چاول کھانے کو لیکن چاول کے ساتھ کدو کی بھجیا یا مٹر قیمہ کھانا پڑتا۔ بارش کی وجہ سے پکوڑے کھانے کو دل چاہے۔ لیکن اگر چارٹ میں آج کے دن چکن کو پکانے لکھے ہیں تو وہی پکیں گے۔

میں جو خود کو عمر سالار بیچو رسانے کی کوشش کر رہا تھا مجھ سے اس سے الجھنے لگا کہ باری کو پہچ کا شوق بڑھتا کر آتی۔ میں نے پھر سے ایک بار عہد وہ بنانے کی باہم ہی کوشش کی لیکن اب وہ بچپن کی ذرا ذرا سی کسی احساس نہیں تھی۔ جو میرے ذرا آنکھیں لگتے دیکھ جایا کرتی۔ حد سے بڑھے ملی توجہ اور اہمیت نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا اب وہ تڑخ بہ تڑخ جواب دیا کرتی۔ میری شکایت لگانے کی دھمکی دے کر مجھے ایک طرف بٹھوایا کرتی۔ بس ایک معاملہ ایسا تھا جس میں میں اسے چڑانے میں خاطر خواہ کامیاب رہتا۔ بچپن کی وہ عادتیں اس کی اب تک برقرار تھیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر شدید ہو چکی تھیں۔ ایک تو ٹی وی بینی کا شوق۔ اب کارٹونز کے بجائے کیبل کے چینلز اور ان پہ چلنے والے طویل قسط وار ڈراموں کا چسکہ لگ چکا تھا اور دوسری عادت جو اس کی جڑوں میں بیٹھ چکی تھی وہ تھی نت نئی سہیلیاں بنانا۔ اپنی دوستوں کے لیے وہ حد درجہ حساس تھی اور

میں اس کے ایک ہی بات کا انکشاف ہوا کہ
پہلے کی طرح جب بھی اس کے کالج سے گھر آتے
ہی اس کی فرینڈ کے کہا کی فون آتا تھا تو شاید وہ
بھی اس کے لیے ایک شدید گل تھی جبھی کہ وہ خود ان
کے لیے تھی۔ میں نے اسے منع کرنے کے لیے اس
کے فون اٹینڈ کرنے پہ پابندی لگائی۔ میری غیر
موجودگی میں اسے پابندی کا خیال کرتی تھی کیا
نہیں مگر بہرحال جب تک میں گھر ہوتا ہر کال پہ
ریسیور میں ہی اٹھاتا۔ اسے اٹھانے کی ہرگز اجازت
نہیں تھی۔ میں نے بے دھیانی کہ لڑکیوں کی آواز
سن کر ایک لمبا سا قہقہہ گونجا کرتے تھے میں اور مما
بھی کافی کلام "کہتا یہ خراب ہے" تھا مجھ سے
متفق ہو کے اور بھی اسے منع کرنے لگتیں۔

اب میری مرضی ہوتی کہ میں فون کے دوسری
طرف موجود اس کی کسی فرینڈ کو کیا جواب دیتا ہوں۔
جب تک میں اسے بتاتا رہتا کہ فون کس کا ہے وہ جلے
پیر کی بلی کی طرح میرے آس پاس منڈلاتی رہتی۔ اسے
اور ہوا کہ میں اپنی ضد میں ہانک کے اس کی فرینڈ کو
نظامت کروں اور ظاہر ہے تو مجھے کرنا ہی ہوتا تھا۔ جب
اسے اپنی عادت ہی نہیں چھوڑنی تو میں اس کا کال جلا
کیوں چھوڑ دوں۔

مجھے کا فون ہو تو میں آواز لگاؤں۔ "احساس
ختم ختم اٹھا اٹھا کے آئے۔"

اول ہوتی تو کہتا "احساس فضول کا فون ہے۔"

"ہاڑ کا تعارف میں ایک زور دار چھینک سے
کراتا۔ "گو وہ بھی زکام ہے۔"

"مرتضہ اپنا نام بتاتی اور میں انجان سا بن کے
کہتا۔ "کون مرتضہ؟"

"منزلہ ہوتی تو خوشی سے نعرہ لگاتا۔ "آئے خالہ
نی۔"

اس کی ایک اور کلوز فرینڈ افراح صرف فون کال
اٹھا نہیں کرتی تھی وقت بے وقت گھر ہی تو ہو گا
کرتی۔ میں احساس کو اس کی آمد کی اطلاع با آواز بلند
اس طرح دیا کرتا "باری افراح آئی ہے۔"

اس کی فرینڈز تو خوب اچھوانے کرتیں
ہوتے ہوئے سے حد درجہ گراں کہ ہی جا اسی کی بھی قسم
کرتیں لیکن اس کی حالت ہیں پر یہ مکمل بھی کی
تصویر بار مجھ سے ہونے نہیں کی تو کوشش کی کہ ستائیں
نہ ہو سکی۔ ایسا نہیں تھا کہ میرے کوئی دوست نہ
تھے لیکن جو تھے ان سے گھر تک رابطہ ہوں ہوتا زیادہ
ہو تو ظاہر ہے وہ فون اٹینڈ نہیں کرتی تھی ایک
تھا جو بچپن کا دوست ہونے اور خاص طور پر
ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار گھر تک ملنے آتا اس
نے خاصا انتظار کرایا کہ ایک دن مجھ سے کہا۔

"مومی تم سے ملنے یہ اسرار کیا ہے۔" لیکن میں
نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا
بہرحال وہ سے ہوئے پر اسرار کے یار خطر

اب آپ لوگ ہی انصاف کیجئے ایک ایسی لڑکی
آئیڈیل اپنا کل کے دن سے ہی میرے لیے جو ہر وقت
بے زاری کا سبب بنی ہو جس کا وجود ہمیشہ مجھے بے
اطمینانی اور بے چینی میں مبتلا کرتا ہو اور جس کی
ملاقات عیش میرے دل میں غصے کا لاوا بھر دے
اگر میرے سامنے اس کے عمر بھر کے ساتھ کی تجویز
رکھی جائے تو مجھے کیسا لگے گا؟ ظاہر ہے کہ طیب
طبیعت و غضب کے میرا آپے سے باہر ہو جانا فطری
ہے۔ لیکن میں اس غضبناک مزاج کا مظاہرہ کس کے
سامنے کرتا۔ ڈیڈی کے سامنے؟؟ جی ہاں یہ ناممکن
قسم کی تجویز وہی تو پیش کر سکتے ہیں صد شکر کہ ابھی
انہوں نے تجویز ہی اٹھایا ہے۔ فیصلہ صادر نہیں
فرمایا لیکن میرا خیال ہے اس میں خوش ہونے والی کوئی
بات نہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی مرضی کو اولیت
دینے کی غرض سے حتمی فیصلہ دیتے گریز نہیں کیا
بلکہ ان کے خیال میں احساس کی مرضی جاننا زیادہ
ضروری تھا اس بات نے مجھے اور تپا دیا ہے۔

میں نے منہ ہی منہ اندر کی بھڑاس نکالی کہ سب سے
مہذب اور محفوظ ترین ذریعہ لڑائی ہے، سوچ سمجھ
ہوئے میں بھی کبھار کسی کے ذریعے اپنے اندر کے
ابال کو درجہ اعتدال تک لانے کی کوشش کرتا ہوں۔



اب میں ڈیڈی کے حصے کچھ سے تو رہا۔ لیکن ہوں
جب جا ہے ورق کے ورق سیاہ کرنے سے بھی کیا
حاصل کوئی عملی اقدام ہونا چاہیے۔

* * *

"لوجی۔ لوجی۔ بیٹا۔" مما نے پکارتے ہوئے
اس کے کمرے کے دروازے کے اندر جھانکا تو وہ ہیڈ
فون کانوں پہ چڑھائے فلور کشن پہ لیٹا تھا سر دھن
رہا تھا آنکھیں بھی موندی ہوئی تھیں بیچاری مما کو اندر
تک آ کے اسے جھنجھوڑنا پڑا تھا۔ وہ اس وقت فون پہ
اپنی کسی پرانی سہیلی سے عرصے بعد گپیں لڑا رہی
تھیں۔ کمرے کے اندر سے شوہر نامدار کی کڑک دار آواز
میں لوجی کو پکارے چلے جا رہے تھے جب وہ شاید کانوں
میں روئی ٹھونسے بیٹھا تھا انہوں نے ہولڈ کروا کے خود
اٹھنا مناسب سمجھا تاکہ کہیں نقص امن کا اندیشہ نہ
پیدا ہو جائے۔

"لوجی۔ یہ کیا "کھوپے" کانوں پہ چڑھا کے
سارے جہان سے کٹ جاتے ہو۔ تمہارے ڈیڈی
کب سے آواز پہ آواز دیے جا رہے ہیں۔" انہوں
نے ایک جھٹکے سے ہیڈ فون اتار کے اسے ہڑبڑانے پہ
مجبور کر دیا۔

"او ڈیئر مام! کبھی کبھی آپ بالکل بے جی
والے ورڈز یوز کرتی ہیں۔ یہ "کھوپے" کا کیا مطلب
ہوا؟"

"اس کا مطلب میں تمہیں بعد میں بتاتی ہوں پہلے
تم اپنے ڈیڈی سے اپنے نام کا مطلب دریافت کرو جس
طور وہ تمہیں پچھلے آدھے گھنٹے سے کر رہے ہیں۔"

"مبالغہ آمیزی کی بھی حد ہوتی ہے مما" یہ قطعی
ناممکن ہے کہ وہ مسلسل آدھے گھنٹے تک مکمل صبر
برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے "صرف" آوازیں
ہی دیے جائیں چار پانچ آوازوں کے بعد وہ خود بہ
نفس نفیس نہ پہنچ جاتے۔"

"حد سے زیادہ ڈھیٹ ہو تم" میں بھی کہاں
سر کھپا رہی ہوں۔ فریحہ کب سے ہولڈ کر کے بیٹھی
ہے۔" وہ سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے بیٹھی کہ ریٹائرمنٹ
اندر سے کمرا آ گئیں۔ وہ نقیضہ ہو تو اس میں ان
دونوں کو بھیجے گئے۔

"ڈیڈی میں بس ابھی آرہا تھا کہ مما آ گئیں باتوں میں
ہی الجھا لیا۔ آپ تو جانتے ہیں ان کی عادت۔" وہ
اندر آتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور مما حیران نظروں سے اسے
دیکھنے لگیں۔

"اس کی تو خیر صرف عادت ہی جانتا ہوں تمہاری تو
رگ رگ سے واقف ہوں۔" بے اختیار ملتفت۔ "محض
یہ ہی ہے مرضی ہو لیتی نہ ہو گا"

"ڈیڈی پلیز۔ یہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں والے
خطاب تو مت دیں۔ جب سے کتاب خاتم نے فلموں
میں محمد علی کے باپ کا رول کرنا چھوڑا ہے یہ لفظ تو تب
سے متروک قرار دیے جا چکے ہیں۔"

"تو مگر کیوں نہ میں تمہیں ان لفظوں سے نوازوں
جن سے "مابدولت" میں بغیر تہذیب اور شفقت بھرے
کو شان نے نوازا تھا۔" انہوں نے تڑخ کر کہا۔

"مگر ڈیڈی آپ نے بھی تو "مابدولت" دیکھی
ہے۔ لیکن آپ مجھے تو منع کرتے ہیں انڈین اور
پاکستانی موویز دیکھنے سے اور خود۔ اچھا ڈیڈی پھر تو
آپ نے وہ نرگس کی بارش والا گانا بھی دیکھا ہو گا۔"

"ہاں آئے گیلی گیلی... اوہ چپ گیلا گیلا"

"شٹ اپ لوجی۔ دیکھ رہی ہو اس کی زبان؟"
اپنے شریک حیات کو اپنے طیش میں بھی شریک
کرنا چاہا لیکن وہ غائب تھیں۔

"بات ہی بھلا دی جو میں تم سے کرنے آیا تھا
عجیب گھن چکر ہو۔ کیسی سے کہتا ہے کہ تم میڈیکل
کے فائنل ایئر میں ہو۔"

"آپ بھی مجھے تو صبح صبح دیکھیں۔ سفید اوور آل
پہن کے اسٹیتھوسکوپ لٹکا کے تو میں صرف
میڈیکل کا اسٹوڈنٹ ہی نہیں بلکہ ماہر سرجن لگتا
ہوں۔"

"ہونہہ ڈاکٹر۔ سرجن۔ جو شوق ہیں
تمہارے اس سے تو لگتا ہے پلازا سینما کے باہر بکنگ

بلیک کرنے کا کام کرتے ہو۔"

"کیوں؟ کیا ڈاکٹرز پنجابی فلمیں نہیں دیکھ سکتے۔ کیا نرگس کے ہوش ربا رقص پہ ان کا کوئی حق نہیں؟"

"بکواس بند کرو حق کے بچے۔ بحث کرنے اور سوال پہ سوال مارنے کی تمہاری عادت بجائے کم ہونے کے دن بدن پختہ ہوتی جا رہی ہے۔ تمہارے سدھرنے کا اب کوئی امکان نہیں لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں لیکن کم از کم لاتوں سے تو مان ہی جاتے ہیں لیکن تم تو لات' ڈنڈا سب سے اونچی چیز ہو چکے ہو۔"

"تھینک یو ڈیڈی۔" اس نے مودبانہ انداز میں ہاتھ باندھ کے سر جھکایا۔

"آپ نے میری انفرادیت کو تسلیم تو کیا۔ بھوت ہی سہی لیکن ہوں تو کچھ قسم کا کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا قسم کا بھوت نہیں جو محض ایک لات کے رعب میں آجائے۔"

"یا خدا۔ یہ لڑکا ہے یا میری برداشت کا مسلسل اور کڑا امتحان اس سے تو اچھا تھا میری کوئی بیٹی ہوتی۔ سکھی رہتا۔"

"ثابت ہوا کہ انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا۔ جس کے ہاں بیٹا نہیں ہوتا وہ اچھی بھلی سگھڑ پلی قسم کی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے بھی آہیں بھرتے رہتے ہیں کہ کاش ان کا کوئی بیٹا ہوتا جو ان کے بڑھاپے کا سہارا بنتا۔ بیٹیاں تو پرائی ہوتی ہیں اور جن کو خدا بیٹا دے دیتا ہے وہ اس نعمت کا شکر نہیں ادا کرتے کہ ان کی ذمہ داریاں بانٹنے والا۔ ان کا سہارا بننے والا کوئی ہے بس یہ غم ستاتا ہے کہ گھڑی گھڑی چائے بنا کے دینے والی' کپڑوں پہ استری پھیرنے والی کوئی ہوتی۔ یہ تو سراسر ناشکری ہے۔ گھریلو کاموں میں مدد تو تنخواہ دار ملازمہ بھی کر سکتی ہے لیکن کون سا ملازم ہے جو تنخواہ لے کر کسی کا وارث بنتا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ اولاد نرینہ بیچ ایک نعمت ہے بیٹیاں بھی رحمت ہوں گی۔ ضرور ہوتی ہوں گی لیکن یہ رحمت کبھی اس چھت پہ تو کبھی اس چھت پہ رہتی ہیں۔ بیٹا باپ کا اپنا ہوتا ہے۔"

"بند کرو فضول سا لیکچر میں تم سے تمہاری اتنی مفصل و مدلل بیان سننے نہیں آیا تھا۔ میں تو جو کہنے آیا تھا۔"

"اور ایک اہم نکتے پر روشنی ڈالنا تو میں بھول ہی گیا۔" ڈیڈی کی ناگواری کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ مسلسل بولتا رہا۔

"بونس میں ملا ایڈوانٹیج یعنی ایک عدد بہو جو صرف بیٹے کی بدولت ہی گھر میں آتی ہے۔ داماد تو زرا غائب ہوتا ہے' وہ کیا خاک کسی کے کام آئے گا' وہ سب سمیٹ کے لے جاتا ہے۔ جب کہ بیٹا نہ صرف خود عمر بھر کا سہارا ہوتا ہے بلکہ والدین کو اور آرام دینے کے لیے اپنی بیوی بھی لے آتا ہے۔"

"اور اگر بیٹا تم جیسا ہو تو جو تھوڑی بہت کسر رہتی ہے ماں باپ کا کباڑا کرنے میں وہ اپنے ہی جیسی بیوی لا کر پوری کر دیتا ہے۔ اس لیے تو میں زندگی میں پہلی بار خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اور صرف اپنے بڑھاپے کو خوار ہونے سے بچانے کے لیے یہ سوچ رہا ہوں کہ شفیع سے احساس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مانگ لوں حالانکہ یہ اس بچی کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی وہ اتنی اچھی بچی ہے کہ دنیا کا بہترین انسان ڈیزرو کرتی ہے جب کہ میں اس کے لیے تمہیں منتخب کر رہا ہوں لیکن اس میں میری اپنی غرض کے ساتھ ساتھ شفیع کے لیے بھی بھلائی ہے۔"

"انہیں جہیز نہیں دینا ہوگا نا؟" گفتگو کا ناپسندیدہ رخ بدلتے دیکھ کر اوج کا موڈ خراب ہو گیا۔

"بکواس مت کرو۔ جو کچھ شفیع کا ہے وہ احساس کا بھی ہے بلکہ جو کچھ میرا ہے اس میں بھی احساس کا تمہارے برابر حصہ ہے۔"

"یہ تو سخت ناانصافی ہے۔ اس طرح تو مجھے بھی انکل کی جائیداد میں ان کی بیٹی کے برابر حصہ ملنا چاہیے۔" اس نے جرح کی۔

"یہ دیکھو۔ یہ ہے میرا انتخاب جو میں اس ہیرا سی بچی کے لیے کر رہا ہوں۔ یہ گدھا جو باپ چچا کی زندگی میں اپنے حصے بخرے کر رہا ہے۔"



"جسے کی بات آپ نے شروع کی تھی مجھے تو پہلے بھی خیال ہی نہیں آیا اور رہا سوال میرے گدھا ہونے اور اس کے ہیرا ہونے کا تو چلیں۔ میں مان لیتا ہوں کہ میں گدھا ہوں۔ اب تو آپ خوش ہیں اب آپ خود سوچیں گدھے بھلا کہاں اتنے خوش ذوق کہ ہیروں کی قدر کر سکیں۔ ان کے تو سینگ بھی نہیں ہوتے کہ کوئی ہیرا ان پہ ٹانک لیں۔ اس ہیرے کو آپ کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کے تاج کی زینت بنائیے۔" اس نے احساس سے چھٹکارے کے لیے خود کو گدھا تک بھی منظور کر لیا۔

"یقیناً میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن میں نے کہا تو ہے کہ اس فیصلے میں میری اپنی غرض بھی ہے اور شفیع کا بھی خیال ہے۔ اس کی زندگی میں اپنی اکلوتی بیٹی کے سوا ہے ہی کیا۔ بیوی کے بعد سب نے کتنا کہا کہ دوسری شادی کر لو وہ نہ مانا میں نے اور تمہاری ماما نے یہاں تک زور دیا کہ احساس ہمیں دے دو اس کی فکر مت کرو اور اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کر لو' آگے ساری عمر پڑی ہے' تمہاری بیٹی کو ہم جان سے بڑھ کے عزیز رکھیں گے لیکن وہ کسی صورت رضامند نہ ہوا۔ احساس کے لیے اس نے اپنی زندگی میں ویرانی ہی ویرانی بھر لی اب بیچارہ کیسے حوصلہ کرے گا اپنی بیٹی کسی غیر کو سونپنے کے لیے۔ بیٹی سے جدائی کا غم تو سہنا ہی پڑے گا ساتھ میں اس کے مستقبل کے حوالے سے اندیشے الگ ستائیں گے اسی لیے میں نے سوچا کہ چلو تمہیں ہی آزما لیں۔ شفیع تمہیں مجھ سے بڑھ کر چاہتا ہے اور پھر بھائی کے گھر بیٹی ہوگی۔ یہ سکون بھی اسے ملے گا۔ گھر کی بچی گھر میں ہی رہے گی۔"

"ڈیڈی' آپ اس کے لیے کوئی گھر داماد ڈھونڈ لیں۔" اس کے مشورے پہ رفیع الدین بھڑک کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم سے تو بات کرنا فضول ہے۔ میں ہی پاگل تھا جو تم سے اتنے سیریس مسئلہ ڈسکس کرنے بیٹھ گیا۔ ابھی بڑے دعوے کر رہے تھے' بیٹے باپ کا سہارا ہوتے ہیں' یہ ہوتے ہیں' وہ ہوتے ہیں خاک سہارا بنو گے تم دل کا بوجھ تک تو میں تمہارے ساتھ بانٹ نہیں کر سکتا۔" وہ کمرے سے نکل گئے اور اوج رفیع نے پھر سے ہیڈ فون سر پہ چڑھاتے ہوئے سی ڈی پلیئر آن کرنا چاہا پھر ایک دم سے اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے سوچنے لگا۔

"ڈیڈی تو دن بدن اس مسئلے پہ سیریس ہی ہوتے جا رہے ہیں۔ مجھے اسے اتنا لائٹ نہیں لینا چاہیے لیکن میں کر ہی کیا سکتا ہوں سوائے بک بک کرنے کے اور وہ تو میں ہمیشہ سے کرتا آیا ہوں' کچھ سال پہلے تک ڈیڈی میرے بک بک کرنے پہ ایک آدھ طمانچہ جڑ کے مجھے خاموش کروایا کرتے تھے (وقتی طور پہ) لیکن اب اگر وہ ایسا کرنے سے احتراز کرنے لگے ہیں تو اس کی وجہ کوئی اور ہوگی۔ (ہو سکتا ہے میرا جواب بچپن کی بہ نسبت زیادہ حسین بلکہ کیوٹ ہو چکا ہو اور ان کا اس پہ تھپڑ مارنے کا دل نہ چاہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے وہ جسمانی مشقت سے گریز کرتے ہوں) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر وہ میری زبانی کلامی مزاحمت اور بیہودگی سن اور برداشت کر لیتے ہیں تو ضرور اس سے اتفاق بھی کر لیتے ہوں گے۔ ٹھیک ہے کہ وہ اب جارحیت کا کم سے کم مظاہرہ کرتے ہوئے میری گستاخ بحث کو صرف گھوریوں اور تیوریوں سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو سن کر درگزر بھی کر جاتے ہیں لیکن کرتے تو اپنی ہی ہیں میں تو صرف بول سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ چلا سکتا ہوں۔ ڈیڈی کو اپنی منوانے پر مجبور تو نہیں کر سکتا اور اب جو انہوں نے انکل شفیع والی بات کی ہے تو یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں وہ بھی اس خطرناک پلاننگ کا حصہ نہ بن جائیں۔ رہی بی بی احساس تو انہیں بزرگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا کچھ زیادہ ہی احساس ہے' وہ تو اپنے ڈیڈی اور میرے ڈیڈی دونوں کی نظر میں مزید اچھا بننے کے لیے فوراً" سر جھکا دے گی۔ ہونہہ۔ بیچاری کے خبط بلکہ کمپلیکس میں مبتلا ہے جس قسم کی خاتون جو صرف ہم کی احساس ہے۔

بی بی، تمہارا کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ جو بھی مجھ سے بن پایا وہ میں کروں گا ضرور، ڈوبنے والا آخر ہاتھ پیر تو مارتا ہی ہے۔ میں اتنی آسانی سے ڈیڈی کے ہتھے نہیں چڑھوں گا۔ آخر کیا کرنا چاہیے مجھے۔۔۔ کیا کرنا چاہیے۔۔۔ اتنی عمر ہوگئی یہ کم بخت محبت بھی تو نہیں ہوئی کسی سے کہ اس کا نام لے کر ڈٹ جاؤں کہ شادی کرنی ہے تو صرف اسی سے ورنہ خودکشی۔ نجانے وہ کیسے لوگ ہیں جو دن دھاڑے محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلی نظر میں ہی گھائل ہو جاتے ہیں۔ کتنی بار کتنی ہی لڑکیاں مجھے بھی دیکھنے میں اچھی لگیں لیکن پہلی تو کیا چوتھی، پانچویں حتیٰ کہ دسویں نظر میں بھی ہلکی سی خراش تک نہ آئی، گھائل ہونا تو بہت دور کی بات ہے پرسنالٹی بھی اچھی خاصی ہے پھر پتہ نہیں کیوں ہر خوبصورت لڑکی کو میں بھیا بھیا سا لگتا ہوں اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ہر حسین لڑکی مجھے آپا آپا سی لگتی ہے۔ اس لیے کسی لو اسٹوری کو بنیاد بنا کے تو یہ رشتہ رد کرنے کا کوئی امکان نہیں۔"

اس نے امکان نمبر دو کو ریجیکٹ کیا۔ امکان نمبر ایک تو پہلے ہی دھندلا چکا تھا کہ شاید احساس خود ہی منع کردے، اب اس نے باقی امکانات کے بارے میں غور کرنا شروع کیا۔

"ماما اور ڈیڈی کے سر سے یہ بھوت اس طرح بھی اتر سکتا ہے کہ وہ خود ہی احساس کو ناپسند کرلیں لیکن انہیں اپنی لاڈلی سے بدظن کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔ نمبر تین بھی خارج از امکانات۔"

"ہاں مجھ سے بدظن ہونے میں انہیں دیر نہیں لگتی۔ ابھی کوئی آکے ڈیڈی سے کہہ دے کہ دس منٹ پہلے میں نے حبیب بنک کی گلبرگ والی برانچ میں ڈاکہ بھی ڈالا ہے اور باغبانپورہ کی سڑک پہ کار کے نیچے کسی راہ گیر کو بھی کچلا ہے تو وہ بالکل یہ بھول جائیں گے کہ دس منٹ پہلے میں ان کے ساتھ اس گھر میں۔۔۔ ماڈل ٹاؤن میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اور اگر یاد رہا بھی تب بھی پورے وثوق سے کہیں گے "اس لڑکے سے کچھ بعید نہیں، یہ ہر نامعقول حرکت کرسکتا ہے۔ بیک وقت شہر کے تین مختلف کونوں میں موجود رہ کے کھلبلی مچا سکتا ہے۔"

یہ آسان طریقہ ہے یعنی کہ وہ مجھ سے اس حد تک بیزار ہو جائیں کہ احساس کو میرے پلے سے باندھنے کے بجائے زہر دے دینا پسند کریں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ میں ایسا کروں گا کیوں؟ میں کیوں اپنی راہ میں کانٹے بکھیروں ڈیڈی کے دل میں اپنے لیے شک ڈالنا آسان ہے، پھر ساری، زندگی اس شک کو دور کرتے رہنا مشکل ترین، یہ اوکھا کام ہے اس میں عمر بھر کی رسوائی بھی ہے اور ہاتھ بھی کچھ نہیں آنے والا۔ یہ نہ ہو کہ ردعمل میری توقع سے بڑھ کے شدید اور خطرناک ہو۔ میں صرف احساس سے بچنا چاہ رہا ہوں اور نتیجے کے طور پہ گھر، فیملی اور پراپرٹی تک سے بے دخلی کے نوٹس اخباروں میں شائع ہو جائیں۔" اس نے سختی سے خود کو اس تجویز پر عمل کرنے سے روکا۔

"خود کو مزید برا بنا کے پیش کرنے سے بہتر ہے، خود سے قدرے بہتر بلکہ ہر لحاظ سے بہترین شخص کو سامنے لایا جائے تاکہ ڈیڈی، ماما، انکل اور خود احساس تک اس سے رشتہ جوڑنے پہ تل جائیں۔" اس نقطے پہ اس کا ذہن و دل۔۔۔ دونوں متفق ہوگئے۔

"لیکن یہ بہترین شخص کہاں سے دریافت کیا جائے۔" یہ بھی ایک مسئلہ تھا۔ "تیرا ککھ" (نکا) نہ رہے احساس۔۔۔" بلبلا کے وہ اسے کوسنے پہ مجبور ہوگیا۔

"میری سیدھی سادی بے فکر سی، انجوائے منٹ سے بھرپور لائف میں تو نے دھڑا دھڑ مسئلے گھسیڑ دیے ہیں۔ اب کہاں سے لاؤں وہ شخص۔۔۔ ہائے وہ پرا کہاں سے لاؤں۔۔۔ تیرا دولہا جسے بناؤں۔" گنگناتے گنگناتے وہ سوچنے لگا۔

"بھاڑ میں جائے پرا۔۔۔ اگر دریافت نہ ہوا تو ایجاد کرلوں گا۔ خود ساختہ پرا۔" اس نے طے کرلیا۔

☼ ☼ ☼

"آنٹی میرے یار کے سہرے کے پھول کب کھلیں

گے؟" اس نے اسرار کی ممی سے بڑے حسرت آمیز لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"کیوں بھئی؟ کیا تمہیں شادی بیاہ کے کھانے پہ پابندی لگنے کی اطلاع مل گئی ہے؟" اسرار نے مذاق میں اڑایا۔

"اچھا تو تمہارا خیال ہے میں صرف تمہارے 'ویاہ' کے دال چاول کھانے کے لیے مرا جا رہا ہوں۔" اسرار کا تعلق کشمیری نسل کے خالص بٹ گھرانے سے تھا جن کی دال چاول سے دلی و جذباتی وابستگی ضرب المثل ہے حتیٰ کہ شادی بیاہ پہ دوسرے پر تکلف مرغن پکوانوں کے ساتھ ساتھ یہ ڈش بھی لازمی جزو ہوتی ہے۔

"تمہیں تو میرے خلوص کا اندازہ تک نہیں، کتنی شدت سے میرے اندر تمہارا گھر بس جانے کے ارمان مچل رہے ہیں۔"

"اچھی خبر ہے اوج رفیع صاحب تو آج بالکل کسی بڑھتی عمر کی دوشیزہ کے منتظر اور جذباتی مشرقی باپ کے سے ڈائیلاگ بول رہے ہیں مگر محترم دھیان رہے، میں آپ کی دختر نیک اختر نہیں ہوں۔"

"خیر وہ تو میں جانتا ہوں تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں، نہ تم دختر ہو نہ اختر اور نہ ہی نیک۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہاتھ پیلے کرنے کا حق صرف دختروں، اختروں اور نیکوں کو ہوتا ہے۔"

"تو تم میرے ہاتھ پیلے کرنا چاہتے ہو۔ بہت خوب۔ مگر کیسے؟"

"ہلدی مل کے۔" وہ چڑ کے بولا۔ "ظاہر ہے کہ تمہاری شادی کروا کے۔ لیکن تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ میں تو آنٹی سے بات کر رہا ہوں ہاں تو آنٹی بتائیے ناں کہ کیا آپ کا جی نہیں چاہتا" آپ کے اکلوتے بیٹے۔"

"ایک منٹ اوج، میں اکلوتا کب ہوں؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"ہاں ہاں اللہ رکھے میرے چار بیٹے ہیں۔" آنٹی نے بھی اسے ٹوکا۔

"لیکن کنوارے کی حیثیت سے تو یہی اکلوتا ہے باقی تو "شدہ" ہو چکے ہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا آپ کے اکلوتے، میرا مطلب ہے اکلوتے کنوارے بیٹے کا بھی گھر بس جائے اس کے سرے کے پھول پٹاپٹ کھل جائیں۔ ایک خوبصورت سی بہو آپ کے آنگن میں اترے اور آپ کے چھوٹے چھوٹے پوتے آپ کو دادی دادی کہتے پھریں۔"

"ارے بیٹا میں تو تین بہوئیں لا کے ہی بھر چکی، رہے پوتے تو سات کے سات میرے ہی سر پہ تو سوار رہتے ہیں۔ ماؤں کو تو سیر سپاٹے اور پلنگ توڑنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔"

"اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میرا یار بے چارہ کنوارہ رہے گا، ہو سکتا ہے کہ آپ کی آخری بہو آپ کے سارے دلدر دور کر دے۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ بس اب تو رفیعہ سے ہی امید ہے کہ اس نے اپنی بچی کی اچھی تربیت کی ہو۔"

"یہ رفیعہ کون محترمہ ہیں۔؟" اس کے کان کھڑے ہوئے۔

"میری چھوٹی بہن ہے اسی کی بیٹی ثانیہ اپنے اسرار کی ٹھیکرے کی مانگ ہے۔ بس اس کا بی اے مکمل ہو جائے تو اس قرض سے بھی سبکدوش ہو جاؤں۔"

انہوں نے انکشاف کیا۔ اوج کھا جانے والی نظروں سے اسرار کو دیکھنے لگا جو کینو کی پھانک نمک لگا کر کھا رہا تھا۔

"تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تم ایک عدد ٹھیلے کی مانگ بھی رکھتے ہو۔"

"ٹھیلے نہیں احمق، ٹھیکرے کی مانگ۔"

"وہی۔ وہی۔ پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اس نے پھنکارتے لہجے میں پوچھا۔

"ایسی کوئی خاص بتانے والی بات تو نہیں تھی۔"

"اسرار۔" وہ دانت پیسنے لگا۔ "تم بچ کے" اسرار نکلے۔"



☼ ☼ ☼

وہ اس وقت اندرون شہر کے ایک پر رونق بازار کی خستہ حال سی کئی منزلہ بلڈنگ کے سب سے اوپر والے پورشن میں موجود ایک کابک نما کمرے کی حبس زدہ فضا میں دبکا بیٹھا تھا اس کے علاوہ اس مختصرے کمرے میں سات اور نفوس بھی موجود تھے لیکن وہ اپنی وضع قطع سے ان سب سے الگ نظر آ رہا تھا۔ اسے اس کمرے میں آئے پندرہ منٹ ہی گزرے تھے اور اس کے آنے کے بعد دو مزید افراد کا اضافہ ہوا تھا جب کہ وہ سخت بوریت کے عالم میں پہلے سے آئے پانچ افراد کی باری ختم ہونے کے انتظار میں تھا۔ ان سات میں دو مرد تھے جب کہ پانچ عورتیں تھیں۔ سب ایک دوسرے سے مختلف۔

اس نے اگربتیوں اور لوبان کی خوشبو سے بھرے کمرے میں کھینچ کے سانس لی تو کچھ اور ناگوار سی لہریں بھی حس شامہ سے جا ٹکرائیں جن میں پسینے کی کھٹی کھٹی باس کے علاوہ روپے کی دو ملنے والی بیڑی کی بدبو بھی شامل تھی۔ اس کا جی الٹنے لگا۔ اس نے دھیان بٹانے کے لیے کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہر دیوار پہ الٹے سیدھے نشانات لگے تھے۔ چھت پہ کاغذی پھولوں کی بیلوں کی قطاریں لٹکی ہوئی تھیں کہیں کہیں کچھ متروک سی زبانوں کے ٹیڑھے میڑھے رسم الخط میں نامفہم سی تحریریں آویزاں تھیں، ایک دیوار پہ حنوط شدہ ہرن کا سر تو دوسری پہ سالم الو کا حنوط مجسمہ لال لال آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ سامنے کی دیوار سے ایک کھوپڑی دو عدد لمبی سی ہڈیوں کے درمیان ہونق سے انداز میں منہ کھولے شاید اسے ہی تک رہی تھی۔ اوج نے گھبرا کے سر نیچے جھکا لیا، پھر چور نظروں سے دائیں جانب دیکھا جہاں ایک اٹھارہ انیس سالہ لڑکا آستین اونچی کیے اپنا بازو سہلا رہا تھا۔ اوج نے غور کیا اس کے بازو پہ وہ نشان جو پہلی نظر میں کسی گہرے زخم کا نشان لگ رہا تھا دراصل کسی تیز دھار آلے کی مدد سے لکھا گیا ایک نام تھا "سلمیٰ" اس نے کھوجتی والی نظروں سے اس کم عمر لڑکے کے چہرے کو دیکھا جہاں ایک معصوم سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ہوں۔ تو کچی عمر کی پہلی پہلی محبت کا شاخسانہ ہے۔ ضرور سنگ دل محبوب کو قدموں میں لانے کی خواہش کھینچ لائی ہوگی۔"

چٹائی پہ بیٹھے بیٹھے اس نے ذرا سا کھسک کے دوسری جانب جائزہ لیا۔ ایک متوسط قسم کا دکاندار ٹائپ درمیانی عمر کا شخص ریکارڈ توڑ جمائیاں لے رہا تھا۔ اور ہر جمائی کے ساتھ اس کے گہرے پیلے رنگ کے بڑے بڑے دانت اوج کے حواسوں پہ چبھ جاتے۔ چاروں خواتین شادی شدہ اور نچلے طبقے کی بدحال سی عورتیں نظر آ رہی تھیں جب کہ پانچویں ایک نو عمر لڑکی تھی جو یقیناً "طالبہ" تھی اور اپنا اسکول یا کالج ٹائم میں چھپ چھپا کے یہاں آئی تھی۔ یہ اس کے یونیفارم اور ہاتھ میں پکڑی کتابوں اور فائل سے ظاہر ہو رہا تھا۔ اس جائزے سے مطمئن یا غیر مطمئن ہو کے اس نے اب سامنے نگاہ کی۔ سامنے کی دیوار کے ساتھ کھوپڑی کے عین نیچے ایک اسٹیج سا بنا ہوا تھا۔ فرش سے کوئی ایک فٹ اونچا، چار فٹ چوڑا اور چھ فٹ لمبا اس پہ ایک بدرنگ سا بوسیدہ قالین کا ٹکڑا بچھا تھا، دو زرق برق بنارسی غلاف والے گاؤ تکیے تھے جن سے ٹیک لگا کے آنکھیں موندے اپنے عقیدت مندوں کے مسائل سننے میں مصروف وہ عامل بابا تھے جن کا یہ آفس "اڈہ یا ڈیرہ تھا۔ ہٹے کٹے "تنومند سے بابا کہیں سے بھی "بابا" نہیں لگ رہے تھے اگر بالوں کا جھاڑ جھنکار کم کر دیا جاتا، کلین شیو کر دی جاتی اور جینز پہنا دی جاتی تو یقیناً" یہ حضرت پینتیس چالیس سے اوپر نظر نہ آتے لیکن اس وقت بابا بنے اچھی خاصی عمر رسیدہ خواتین سے قدم بوسی کروا رہے تھے۔ موٹی موٹی زلفیں میل اور تیل سے چپکی پڑی تھیں۔ رنگ اڑے بالوں کی یہ لمبی لمبی لٹیں چوڑے شانوں پہ گری ہوئی تھیں۔ گہرے سیاہ چم چم کرتے ریشمی چغے پہ سبز چادر اوڑھ رکھی تھی۔ گلے میں منکوں، سیپوں، پتھروں اور نگینوں سے بنی کئی مالائیں جھول رہی

تھیں۔ موٹی موٹی انگلیوں میں موٹی موٹی انگوٹھیاں بھی بھر کے پھنسائی گئی تھیں۔ لال لال آنکھیں کبھی کھلتی' کبھی بند ہوتیں' کبھی گول گول گھومتیں۔ لوج کو اس پہ نئے سرے سے غور کرنے کے بعد ہنسی آ گئی۔

"بابا جی! کچھ کرو' میرا بندہ بڑا ہی "ولوا" (سخت) ہے۔ روز مار کٹائی روز کا کم' گھوچ' مار مار کے میرا بھرتہ بنا دیتا ہے۔" ایک عورت نے فریاد کی۔ ساتھ ہی اپنے سوجے ہوئے رخساروں پہ پڑے نیل کے نشانات دکھائے۔

"ظالم کو خدا برباد کرتا ہے' ایسا تعویذ دوں گا' تجھے مارنے کے لیے اٹھا ہاتھ ٹوٹ کے نیچے آ گرے گا۔ جو لات تیری پیٹھ پہ برستی ہے' لنگڑی ہو جائے گی' جس زبان سے تجھے گالی دے۔"

"تک نال بابا جی۔ اتنا جلال نہ کرو۔" وہ بے چاری دہل گئی۔ "میرے سر کا سائیں ہے' میرے چھ نکوں (بچوں) کا ابا۔ "لولا لنگڑا" بندہ میرے کس کم کا' مجھے مارتا پیٹتا ہے۔ رات کو روٹی تو لا دیتا ہے' بازو' ٹانگ ٹوٹ گئی تو منجی پہ لیٹا لیٹا کیا مزدوری کرے گا؟"

"تو پھر جا۔" بابا جی دھاڑے۔ "جا' جا کے دن بھر مار کھا اور رات کو روٹی کھا' بابا کے پاس کیا لینے آئی ہے۔"

"بابا جی ذرا ہتھ ہولا رکھ کے تعویذ بناؤ' کچھ نرم سا ٹونا کرو جی۔ بس زیادہ نہ مارا کرے۔ چلو ہفتے میں ایک آدھ باری تو گزارا ہو جاتا ہے لیکن روز روز مار کھانے کے بعد پھر گھر کے کم کاج نہیں ہوتے۔ منہ پہ نشان بھی پکے ہوئے ہیں۔" لوج نے ٹھنڈی سانس بھر کے اس "صابر و شاکر" عورت کو دیکھا اور زیر لب گنگنایا۔

"دل ہے چھوٹا سا' چھوٹی سی آشا۔"

واقعی یہ چھوٹی سی خواہش ہی تو ہے کہ یہ خاتون فقط اتنا چاہتی ہیں کہ مار کٹائی کا یہ پروگرام بلاناغہ اور روزانہ ہونے کے بجائے ہفتہ وار ہو جائے تاکہ وہ گھریلو امور بغیر کسی رکاوٹ کے انجام دے پائیں بس۔

"بابا جی میری زنانی بڑی بدزبان ہے۔" پہلے والوں والے دکاندار ٹائپ انسان نے اپنا دکھڑا رویا۔ "آپ کسی قسم کی رعایت نہ کریں' بے شک بازو توڑیں' ٹانگ توڑ دیں' اس بدبختی نے کون سا مزدوری کرنی ہے' وہ تو مجھے ایک وقت کی روٹی تک نہیں پکا کے کھلاتی' میری ساری کمائی بچھلوں کو کھلا آتی ہے ڈائن' بچھل پیری۔"

"بڑا سخت تعویذ دوں گا' ایسی شوگر کر دوں گا ایک دانہ چینی کا کھانے کو ترسے گی۔ فالج کا ایسا حملہ کرا دوں گا منہ ٹیڑھا کر کے بھی ایک لفظ نہ بول سکے گی۔ روز دل کا ایک سے ایک سخت دورہ پڑے گا۔"

"تک بابا جی' اتنی بیماریاں لگیں تو میرا تو اور خرچہ بڑھ جائے گا۔ آپ بس ایک ہی دفعہ خرچہ کروائیں اور کوئی سخت ترین تعویذ دے کے کم بھی مکا (ختم) دو۔ میں اس سے "نکوں تک" (سخت تنگ) ہو چکا ہوں۔"

"الو کے خون سے موت کا تعویذ لکھنا ہو گا۔ چھ ہزار لگیں گے۔" بابا جی نے ریٹ بڑھائے۔

"چار میں کم نہیں ہو سکتا۔" وہ دکاندار لگتا ہی نہیں تھا' واقعی تھا' اسی لیے بار گیننگ پہ اتر آیا۔

"بچہ جا' کتنا بندہ بنا دینا آسان کم نہیں' چھ ہزار سے پیسہ کم نہیں ہو گا۔"

"چلیں جی' نہ آپ کی بات نہ میری' پانچ ہزار میں سودا پکا۔" وہ بھی اپنی طرز کا ایک ہی تھا۔

"گستاخ' بابا سے حجت کرتا ہے' میری زبان سے ایک لفظ نکل گیا تو ایسی روز نتائیاں اور بھگتنی پڑیں گی۔"

"تک جی نال۔ معاف کرنا بابا جی۔ چھ ہزار ہی دے دوں گا۔ بس ایسی بددعا نہ دیں جی۔ بس یہ موٹا کانٹا نکل جائے تو پھر آپ کے پاس ہی آنا ہے' دوسری سوہنی سی ملوک وہٹی بھی آپ کی دعا سے ہی ملنی ہے۔" وہ دانت نکوستا بابا کے گھٹنے کے نیچے ہزار ہزار کے چھ نوٹ رکھ کے چلا گیا۔

"کیا بات ہے باؤ' صرف دیدار کرانے آئے ہو۔ عرض بیان نہیں کرو گے؟" بابا کے ایک چیلے نے اسے ٹہوکا دیا۔

"ہاں ہاں جی۔" وہ چونک کے آگے کھسکا۔



"کہو کیا ہے؟" مشفقانہ انداز میں دریافت کیا گیا۔

"وہ بابا جی۔ ایک لڑکی ہے۔"

"تمہیں چاہیے؟"

"ہیں۔ کیا مطلب؟ لاحول ولا۔ میرا مطلب ہے ہرگز نہیں۔" وہ بوکھلا بوکھلا گیا۔ پہلے تو سمجھ ہی نہیں پایا بابا جی "چاہیے" سے کیا مراد لے رہے ہیں۔ لڑکی نہ ہوئی لالی پاپ ہو گئی۔

"تو پھر کیا ہے؟ اچھا اچھا۔ محبت کرتے ہو اس سے۔"

"محبت۔ شدید نفرت کرتا ہوں۔"

"ہوں۔ تو بے وفا نکلی وہ۔ سزا دلوانا چاہتے ہو۔ ایک تصویر لا کر دو اس کی۔ ایسا دم پھونکوں گا' گلیوں میں دیوانی ہو کے پھرے گی۔ جس حسن کے غرور میں تمہیں ٹھکرایا ہے وہ حسن بھسم کر دوں گا۔ چہرہ کالا ہو جائے گا۔"

"خدا کا واسطہ ہے بابا جی' یہ غضب نہ کیجئے گا ورنہ تو پھر یہ کالے چہرے والی دیوانی بلا میرے ہی سر منڈھی جائے گی۔ جب کہ میں چاہتا تھا کہ وہ کسی شہزادے کو پسند آ جائے۔"

"کیا اول فول بک رہے ہو' باؤ' بابا کا وقت بہت قیمتی ہے۔"

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی جو میری چچازاد ہے' اس کا رشتہ جلد از جلد کسی اچھی جگہ طے ہو جائے اور وہ اتنا اچھا رشتہ ہو کہ اس کے بڑے بلا کسی چوں چرا کے اس کی شادی فوراً ہی اس لڑکے سے کر دیں۔"

"بس۔؟" بابا نے بے یقینی سے پوچھا' پھر اثبات میں جواب ملنے پہ جلدی سے سر ہلایا۔

"یہ کیا کم ہوا؟ چل بھاگ لڑکے' بابا نے کبھی کوئی ایسا "ہولا" (ہلکا) کم نہیں کیا جس میں نہ مزا نہ سواد۔ بابا مشکل کم کرتا ہے' جس میں اس کا کالا علم استعمال بھی ہوتا ہے۔ یہ اچھا رشتہ کروانا میرا کم نہیں۔ میں کیا تجھے "وچولن" (رشتہ کرانے والی) نظر آتا ہوں۔ بھاگ جا ادھر سے۔" عامل بابا کا تو موڈ ہی خراب ہو گیا۔

"آرام سے بابا آرام سے۔" لوج کا پارہ بھی چڑھ گیا۔

"سیدھی طرح کہو ایسا کم نہیں کر سکتا جس میں کسی کا بھلا ہوتا ہو۔ ٹانگیں تڑانے فالج کروانے میں تو بڑے شیر ہو' کسی کا گھر بساتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

"او بدتمیز' تیری موت آئی ہے کیا؟"

"استغفار' استغفار۔" ہر طرف سے اسے پھٹکار ملنی شروع ہو گئی۔

"بھسم ہو جائے گا۔ بابا کے ساتھ مسخری کرتا ہے' برباد ہو جائے گا۔ بابا چاہے تو تیری دنیا بدل دے۔" بابا نے دھمکی دی۔

"پہلے بابا اپنی جراب تو بدل دے۔" باہر نکلتے لوج نے رک کر عامل بابا کے پھٹے ہوئے موزے سے جھانکتے میلے انگوٹھے کی طرف اشارہ کیا۔

☼ ☼ ☼

رشتوں کے بھی رنگ بدلتے ہیں
نئے نئے سانچے میں ڈھلتے ہیں

اسٹار پلس پہ احساس کا فیورٹ ڈیلی سیریل شروع ہو چکا تھا اور وہ گلوکارہ کی آواز میں آواز ملا کے مدھم سا تھ گنگنا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ تکیے کے غلاف پہ کڑھائی کا شغف بھی جاری تھا۔ لوج کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے لگا جیسے وہ اس گیت کے بولوں سے اسے کچھ باور کرانا چاہتی ہو۔ "رشتوں کے بدلتے رنگ۔ نئے نئے سانچوں میں ڈھلنا۔ ہوں تو محترمہ کو بھی ڈیڈی کے ارادوں کی سن گن مل گئی ہے' لگتا تو ایسا ہی ہے۔"

"ہونے جاتا ہے' سا سونے ناتا ہے۔ کیونکہ ساس بھی کبھی بہو تھی۔" لوج کے کانوں تک اس کے الفاظ کمال تخیل بازی سے کچھ اس طرح پہنچے "کیونکہ ساس بھی کبھی بکی تھی۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہوگا تو وہی جو تقدیر میں لکھا ہے اور تم شرط لگالو۔ شادی ہو کے رہے گی۔" مما نے اس کے ہرگز نہیں کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

"کس کی شادی؟" وہ اس صاف اعلان پہ حیران پریشان رہ گیا۔

"گنگا اور ساحل کی۔"

"لاحول ولا۔ ان چیپ ڈراموں کے سوا آپ کو کچھ سوجھتا بھی ہے؟ ہماری عوام پاکستانی فلموں کی یکسانیت اور گھسے پٹے ہونے کا رونا تو ہر وقت روتی ہے لیکن ان انڈین ڈراموں کی شیدائی ہے۔ کیا ان کے ڈراموں کے گھسے پٹے اور ایک جیسے موضوعات کسی کو نظر نہیں آتے۔ ہر وقت شادی بیاہ' اس کی منگنی ٹوٹ گئی۔ اس کا پتی کسی اور کے چکر میں۔ فلاں کی پتنی کا گمشدہ عاشق دوبارہ منظر عام پہ۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سے تو ہمارے ڈرامے ہزار درجے اچھے ہیں۔ ہزار طرح کے موضوعات ہوتے ہیں' ایک عام آدمی کے روزمرہ مسائل سے لے کر ____ سماجی اور معاشی موضوعات بھی' جب کہ انڈیا جس کی آبادی کا چالیس فیصد حصہ فٹ پاتھ پہ سوتا ہے اور پچانوے فیصد آبادی متوسط سے بھی نچلے درجے کی ہے' وہ اپنے ڈراموں میں ایسا ماحول دکھاتے ہیں جیسے وہاں ہر بندہ ہی پیدائشی نواب ہو۔ بڑے بڑے بنگلے' کوٹھی' سلور چھچھورا سا فرنیچر' لمبی لمبی گاڑیاں' ماڈرن بے باک لڑکیاں۔ کروڑ دو کروڑ کی تو بات ہی نہیں کرتے ہمیشہ دو ہزار کروڑ کے ہیرے گم ہو جاتے ہیں' کچھ سو ارب کی مالیت کی پراپرٹی کے تنازعے کھڑے ہوتے ہیں۔ لعنت ہے بھئی ان ڈراموں پہ' اور ان میں دکھائے جانے والے واہیات کچرے پہ۔"

"تو تم نہ دیکھو۔" مما بگڑ کے بولیں' احساس البتہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔

"آپ بھی مت دیکھا کیجئے۔ اور اگر دیکھنا بہت ضروری ہے تو خدا کے لیے انہیں اپنے حواسوں پہ سوار مت کیجئے۔ ہر وقت گھر میں گنگا کی شادی کا مسئلہ یوں ڈسکس ہوتا ہے جیسے وہ میری پھوپھی کی بیٹی ہو۔ آرادھنا کی مظلومیت کے رونے اٹھتے بیٹھتے یوں روئے جاتے ہیں جیسے اس کی ہائے خدانخواستہ ہمیں ہی تو لگنے والی ہے۔ پلوی کو بے نقطہ یوں سنائی جاتی ہیں جیسے وہ ہماری "مج" (بھینس) کھول کے لے گئی ہو۔ اور استغفار۔ ان ڈراموں میں تقریباً ہر قسط میں وہ جو بھجن گائے جاتے ہیں۔ کبھی ان کی آواز ہی بند کر دیا کریں۔ مسلمانوں کا گھر ہے اور آوازیں گونج رہی ہوتی ہیں کالی ماں کی جے جے کار کی۔ دیکھئے آج آپ ٹائٹل سونگ گا رہی ہیں کل کسی دن بے دھیانی میں بے سنتوشی ماں الاپ رہی ہوں گی۔"

"ہائے ہائے اللہ نہ کرے۔ نعوذ باللہ۔ ویسے بیٹے' کہتے تو تم ٹھیک ہو لیکن یہ تو بتاؤ کیا تم تبلیغی جماعت میں شامل ہو گئے' کہیں رائے ونڈ تو نہیں جانے لگے۔؟" مما نے رازداری سے پوچھا اور دیر سے لاؤنج کے دروازے پہ کھڑے یہ ساری ڈسکشن سنتے ڈیڈی نے بالآخر انٹری دی۔

"ہاں تو اگر جانے بھی لگا ہے تو اس میں اعتراض والی کیا بات ہے۔ آج زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے سپوت کے منہ سے چند اچھی باتیں سنی ہیں۔ اگر یہ کسی تبلیغی جماعت میں شامل ہونے کا اثر ہے تو میں دعا کرتا ہوں یہ زندگی بھر اس سے منسلک رہے۔ رہی بات رائے ونڈ کے اجتماع میں شامل ہونے کی تو بیگم ہماری نئی نسل بہت باشعور ہو چکی ہے' وہ جو پچھلی نسلیں ملا ازم کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ کر گئی تھیں' نئی نسل اس ڈھکوسلے اور سازش سے آزاد ہو چکی ہے۔ اس میں مذہب کے بارے میں جاننے کی لگن بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت سے نوجوان مختلف تبلیغی جماعتوں سے منسلک ہو کے دینی اور دنیاوی زندگی میں توازن پیدا کر رہے ہیں۔ اب تو رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں بہت سے پاپ سنگرز اور اداکار تک شامل ہوتے ہیں۔ میں تو پہلے ہی یہ انڈین ڈراموں کے خلاف ہوں۔ پتا نہیں تم عورتوں کو کیا چسکا ہے۔"



"اور کیا؟ میں بھی تو سمجھا رہا تھا انہیں۔" اوج نے ڈیڈی کی حمایت پا کر مزید شیر ہوتے ہوئے احساس کے [illegible] ریموٹ کنٹرول اٹھا لیا۔

"[illegible] ہیں' بندہ کچھ بھی دیکھ لے۔ [illegible] چینلز ہیں' ایم ٹی وی' فیشن [illegible] سٹار موویز' مووی نیٹ' ایم ایم [illegible] HBO ہے۔" اس نے کئی انگلش چینلز کے نام گنواتے ہوئے چینل پہ چینل بدلا اور سوئے اتفاق' ہر چینل پہ [illegible] ایک بے ہودہ سا [illegible] سین نظر آیا۔ صد شکر [illegible] مما اس بحث سے بور ہو کے کچن چلی گئی تھیں اور [illegible] احساس [illegible] ہو کے ساری توجہ کڑھائی کے ٹانکے [illegible] مرکوز کر چکی تھی۔ اوج کے سر پہ ڈیڈی نے ایک زوردار چپت رسید کی۔

"[illegible] میں سمجھ رہا تھا میرا بچہ بڑا بیبا ہو گیا [illegible] بے حیا یہ سب دیکھتا تھا اسی لیے ماں سے الجھ رہا [illegible] مخالفت سے تو بہتر ہے کہ انسان کم بڑی برائی [illegible] تسلیم کرلے اتنی اچھی اچھی باتیں کر کے ضرور [illegible] کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ میرا بیٹا اب [illegible] سدھر گیا ہے' وہ بھی عقل و شعور کی باتیں کر سکتا [illegible] فریب دے رہا تھا ماں کو' اسے ہندوؤں کے ڈرامے دیکھنے پر باتیں سنا رہا ہے اور خود ان ننگ دھڑنگ انگریزوں کو دیکھنے کے لیے مچل رہا ہے۔"

"ڈیڈی۔ یہ تو بس اتفاق ہے۔ اوہو۔ میری گردن تو چھوڑیں' پلیز ڈیڈی میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ میرے خلاف سازش ہے' ان سب چینلز کی۔" اس نے فریاد کی اور واقعی یہ سچ بھی تھا' ایسا لگ رہا تھا جیسے سب نے مشترکہ طور پر ایک سازش کے ذریعے چینل [illegible] پہ یہ سین چن چن کر اس موقع کے لیے سنبھال کر رکھے تھے کہ اسے ڈیڈی کے سامنے شرمندہ کر سکیں ورنہ وہ جب اکیلا ہوتا تھا تو چینل بدل بدل کے تھک جاتا تھا' کبھی ایسے ویسے سین کی آس میں۔ مگر سب [illegible] نے گویا قسم کھا رکھی ہوتی تھی کسی کے پورے کپڑے پہننے کی اور سارے حضرات بھی اپنی اپنی معشوقوں سے یوں گز بھر کے فاصلے پر کھڑے ہوتے تھے گویا کوئی چھوت کا مرض لاحق ہو گیا ہو انہیں' اور آج۔ آج بے داغ بھی لگا ہوا تھا' امریکن بیوٹی بھی چل رہی تھی اور سوئیٹ تھنگ بھی۔

"ہائے ہائے۔ آج ہی لاؤنج میں جمگھٹا لگنا تھا۔"

☼ ☼ ☼

"اوج بیٹا! کیا کر رہے ہو' فارغ ہو؟" انکل نے اسے لان میں دھوپ سینکتے دیکھ کے پوچھا۔ جواب اخبار پڑھنے میں مصروف ڈیڈی نے دیا۔

"کوئی ایسا ویسا فارغ' مکمل درجے کا فارغ۔"

"جی انکل! کہیے۔" اس نے ڈیڈی کے اشتعال انگیز فقرے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"احساس کی کسی دوست کے گھر بسنت فنکشن ہے' میں تو بھیجنا نہیں چاہ رہا تھا' اس لیے اس کے اجازت مانگنے پر انکار کر دیا۔ انجان لوگ ہیں' اس لڑکی کی تو عادت ہے ہر کسی سے دوستانہ گانٹھنے کی۔ چلو شادی بیاہ کا فنکشن ہو تو اور بات ہے' اب اس بے ہودہ سے تہوار کے لیے کیسے کسی انجان گھر میں دن بھر کے لیے بھیج دوں' جہاں لونڈے لپاڑے بھی جمع ہوں گے۔"

"یہ تو تم نے ٹھیک کیا شفیع۔ خیر اب مسئلہ کیا ہے؟" ڈیڈی نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے ان کی الجھن کی وجہ دریافت کی۔

"مسئلہ اب یہ ہے کہ اس کی دوست کے صبح سے فون پر فون آ رہے ہیں' بھابی سے بھی بات کر چکی ہے' مجھ سے بھی سفارش کر چکی ہے' اس کا کہنا ہے کہ میں نے احساس کو فیملی سمیت انوائٹ کیا ہے اور یہ ہمارا فیملی فنکشن ہے۔ میری ساری فرینڈز اپنی اپنی فیملی کے ساتھ آ رہی ہیں' اس لیے آپ سب بھی احساس کے ساتھ ضرور آئیے۔ اب ظاہر ہے میرا تمہارا اس نوجوانوں کے فنکشن میں کیا کام۔ بھابھی کا بی پی ہائی ہے۔ احساس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا نہیں جا رہا۔ تمہیں پتا تو ہے وہ اپنی سہیلیوں پہ مرتی ہے' گھر بیٹھی کلستی رہے گی' اس لیے اگر اوج ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے وہاں

اس کے ساتھ چلا جائے تو مجھے تسلی رہے گی۔ بچی کا دل بھی برا نہیں ہوگا۔"

"اور جو میرا دل برا ہوگا، ہو گا تا ہو کا تاس کے۔" اوج نے ناک چڑھائی۔

"کون سا سارے دن کے لیے جا رہے ہو، چلے جاؤ۔ ایک دو گھنٹے کی تو بات ہے۔"

احساس کا کوئی مسئلہ ہو اور ان دونوں بھائیوں کا دل نہ پسیجے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اوج کو سخت تاؤ آیا۔

"ابھی کل تک تو یہ بسنت، یہ پتنگیں۔ یہ سب آپ کو بے ہودگی اور بچپن لگتا تھا، آج کیسے خود مجھے بھیج رہے ہیں؟"

"میں وہاں تمہیں پیچ لڑانے کے لیے نہیں بھیج رہا بس احساس کو لے جانے اور لانے کی ذمہ داری سونپ رہا ہوں اور وہ بھی کوئی پتنگ بازی کا شوق پورا کرنے نہیں جا رہی۔ کالج کی چھٹیاں ہیں، گھر بیٹھی بیٹھی اداس ہو گئی ہے۔ ذرا مل لے گی تو دل بہل جائے گا۔ لڑکوں کا کیا ہے، انہیں تو یاروں کے ساتھ بے مگے سے فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"کیا خاک بہلا کرتا ہے، کسی بھی دوست کے گھر فنکشن ہو، آپ کی طرف سے کبھی اجازت ملی ہے؟" اس کے پچھلے سارے زخم تازہ ہو گئے تھے، احساس کو بسنت پارٹی جانے کی اجازت ملنے کا سن کر۔

"ہم جیسوں کو اجازت نہیں ملا کرتی۔" وہ ہمیشہ کی طرح اس کے بے دھڑک جرح کرنے پر غصے میں آ گئے۔

"تمہارے جیسے "اتھرے" (بے قابو) لڑکوں کو لگامیں ڈال کے رکھنا مجھ جیسے مجبور باپ کی مجبوری ہے۔ اتنی سختی کے بعد تمہارا یہ حال ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر باپ کے آگے تن کے کھڑے ہو جاتے ہو، سوال جواب کرنے لگتے ہو، ذرا ڈھیل دینے کے بعد تم کتنی ترقی کرو گے۔"

"بس بھی کیجیے بھائی جان! جوان بیٹا ہے، آپ تو بچوں کی طرح ڈپٹنے لگتے ہیں۔" انکل نے سفارش کی۔

"بچوں کی طرح نہیں انکل! یہ مجھے جوان بچی کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں۔ کہیں مجھے کسی کی نظر نہ لگ جائے، کہیں مجھے خراب زمانے کی ہوا نہ لگ جائے۔ اس لیے سنبھال سنبھال کے رکھتے ہیں سات پردوں میں۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری برخوردار! تمہیں سنبھال کے رکھنے کا میرا مقصد یہ نہیں کہ کہیں تمہیں زمانے کی ہوا نہ لگ جائے بلکہ مجھے ڈر ہوتا ہے کہیں زمانے کو تمہاری ہوا نہ لگ جائے۔ وہ اور ہوتے ہیں جن کے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے والدین کو۔ تم ماشاء اللہ ریڈی میڈ ہو۔ تم کہیں جاؤ تو مجھے یہی خطرہ ہوتا ہے کہ دس بار بندے خراب نہ کر آؤ۔"

"دیکھا انکل۔ یعنی حد ہوتی ہے بدگمانی اور بے اعتباری کی بھی۔" وہ منہ پھلا کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

"اگر ایسی ہی بات ہے تو اب مجھے کیوں باہر نکال رہے ہیں، یونہی گوشہ نشین بلکہ نظر بند رہنے دیں، کیوں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔"

"بھائی جان کی تو عادت ہے، تم کیوں دل پر لیتے ہو، پتا بھی ہے کہ وہ ایسے ہی تمہیں چڑانے کو چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں۔"

"کمال ہے، میں کیا ان کی منگیتر ہوں جو یہ مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔" وہ جلے ہوئے انداز میں بولا تو ڈیڈی اور انکل دونوں کے قہقہے چھوٹ گئے۔

☼ ☼ ☼

عجیب سا فنکشن تھا' پیلا پیلا۔ پُر رونق [illegible]

لان میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں' ان پر بھی پیلا کپڑا چڑھا تھا' ان کے ایک طرف لمبی لمبی میزیں سجی تھیں جن پر باوردی ویٹر گرما گرم تکے' کباب لا کے رکھتے جا رہے تھے۔ ذرا بڑی عمر کے خواتین و حضرات کرسیوں پر بیٹھے دھوپ سینکتے ہوئے گپ شپ کر رہے تھے' بچے کھیلتے پھر رہے تھے۔ سب کی سب لڑکیاں کوٹھی کے اندرونی حصے میں کہیں غائب تھیں



اور تمام لڑکے چھت پر چڑھے ہلا گلا مچا رہے تھے۔ وہ بھی ایک کرسی ایک طرف چھاؤں میں رکھے بیٹھا تھا اور کبھی چھت پر بھی نظر دوڑاتا ہوا ٹائم پاس کر رہا تھا۔ پتنگ بازی اسے آتی نہیں تھی اور نہ ہی کسی سے واقفیت تھی کہ بات چیت کر کے ہی وقت گزار دیتا۔ ٹائم پاس کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس نے غازی سے بھی اور طے کر لیا کہ بس دس پندرہ منٹ بعد احساس کو واپس جانے کے لیے بلوائے گا۔ مزید ایک گھنٹہ رکنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کھانا وہ کھا چکا تھا' پہلی فرصت میں ہی نمٹا چکا تھا۔

"حمزہ! اپنی نصرت کے بیٹے ہو ناں؟" ایک خوش باش سے نوجوان نے چکن تکے سے لبالب بھری پلیٹ ہاتھ میں لیے کرسی اس کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔"

"اچھا تو پھر حسنات چچا کے داماد ہو؟ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ نائلہ میری چھوٹی بہن کی طرح ہے لیکن افسوس میں اس کی شادی پر آ نہ سکا' چھٹی ہی نہیں مل سکی۔ خیر۔ اب تو ملاقات ہو گئی بھائی جان۔" وہ نیازمندانہ اسٹائل میں اس کا ہاتھ تھامے ہوئے برخورداری جھاڑنے لگا۔ اوج کو داماد داماد سا محسوس کر کے اپنا آپ معتبر سا لگنے لگا۔ اس نے سامنے بیٹھے مہذب سے نوجوان کو دیکھا جو زبردستی اس کا سالا ہونے کا شرف حاصل کر رہا تھا۔

"نائلہ بی بی جو بھی ہیں' میری بھی بہن کی طرح ہی ہیں۔"

"ہیں؟۔ تو پھر آپ۔ معاف کیجیے گا میں آپ کو پہچانا نہیں۔" اس نے ہاتھ چھوڑنے میں ایک منٹ کی دیر نہیں لگائی۔

"اس میں معافی مانگنے والی کون سی بات ہے' آپ میں اور مجھ میں پرانا یارانہ ہوتا یا میں آپ کی "ماں کا بیٹا" ہوتا اور پھر بھی آپ مجھے پہچاننے سے انکار کر دیتے تو شرمندگی والی بات تھی' آپ کا معافی مانگنا جائز بھی ہوتا' البتہ میں معاف کرتا یا نہیں' وہ الگ بحث ہے لیکن اب جب کہ ہم شرطیہ پہلی بار ایک دوسرے سے مل رہے ہیں تو میرے خیال میں آپ کا مجھے اور میرا آپ کو نہ پہچاننا کوئی ایسی قابل گرفت بات نہیں ہے۔"

"یار! تم ہو کون؟ بندے دلچسپ ہو؟" آپ جناب منٹ میں غائب ہو گیا۔

"میری کزن اپنی دوست کی طرف سے یہاں انوائٹڈ ہے اور میں۔ یوں سمجھ لو اس کا گارڈ پلس ڈرائیور ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی ان میں سے نہیں ہو اسی لیے الگ تھلگ نظر آ رہے ہو۔"

"یار بس۔ ہوں بھی اور نہیں بھی۔ پہلے اسٹڈیز کی وجہ سے ہاسٹل میں رہتا تھا اس لیے فیملی سے زیادہ قریب نہیں رہا اب پچھلے چار سال سے آسٹریلیا میں مقیم ہوں۔ کسی کو پہچانتا ہوں' کسی کو نہیں۔ ویسے یہ میرے بابا کے فرسٹ کزن کا گھر ہے اور یہاں تمام تر بوریت کے باوجود میرے ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ میری بہن کا سسرال بھی ہے۔ آسمان پر رنگ برنگی پتنگیں دیکھنے میں اچھی لگتی ہیں مگر اڑانے کا تجربہ کبھی ہوا نہیں' اس لیے بس بیٹھ کے وقت گزار رہا ہوں۔ کزنز سے اچھی خاصی ہائے ہیلو ہے اور اگر نہ بھی ہو تو کرنے میں کون سا دیر لگتی ہے مگر تم دیکھ رہے ہو کہ سب کے سب کتنے مصروف ہیں۔ ایسے میں تم مجھے اپنی طرح لگے 'بیزار بیزار سے۔ سوچا کچھ تمہاری بیزاری دور کی جائے' کچھ اپنی۔"

وہ باتونی سا سادہ مزاج شخص منٹوں میں اوج کا دوست بن گیا۔ باتوں میں وقت کے گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ وہ تو جب احساس نے کسی بچے کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ ڈیڈی کا دو بار فون آ چکا ہے' اب واپس چلنا ہے۔ تو اسے ہوش آیا۔ غازی کے ہمراہ نیچے اترتے ہوئے یہ خیال اس کے دماغ میں دور دور تک نہیں تھا مگر جب غازی نے احساس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے سلام جھاڑا تو اس کے دماغ میں گھنٹی سی بجی اور پھر جب وہ اوج اور احساس کو باہر تک چھوڑنے کے لیے جاتے جاتے راستے میں رک کے اپنی فیملی سے ان کا تعارف کرانے لگا تو گھنٹی ایک بار پھر زور سے بجی۔

غازی کی والدہ اور ہمشیرہ دونوں کی آنکھوں میں احساس کے لیے پسندیدگی بھانپ کر یہ گھنٹی ٹن ٹناٹن ٹن بجتی ہی چلی گئی اور گھر پہنچتے پہنچتے راستے بھر میں لوج کے دماغ نے گھنٹی کے اس مدھر بیک گراؤنڈ میوزک کی تال پر تھرکتے تھرکتے ایک پورا پلان ترتیب دے لیا۔

☼ ☼ ☼

"لوج رفیع۔ میں نے بتایا تھا ناں اس دن۔"

اس دن جب پہلی بار یہ سوچ کر ڈائری لکھی تھی کہ اندر کی بھڑاس نکالنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے اور واقعی آزمائش بھی شرط ہے میں نے بھی آزما لیا کہ اس دن کے بعد مجھے اپنا آپ کتنا ہلکا پھلکا سا محسوس ہونے لگا۔ دل و دماغ سے بوجھ ہٹا' سوچوں سے غبار ہٹا تو راہ بھی نظر آنے لگی اور اس راہ پر چلنے کے لیے چالیں بھی سوجھنے لگیں۔ مجھے اپنے اندر کا یہ فیصلہ پسند آیا کہ صرف بک بک کرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بھونکنے والے کاٹتے نہیں۔ یہ حقیقت سب پر عیاں ہے' اسی لیے بھونکنے والوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ میرے بڑبولے پن سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہونے والا تھا' مجھے کٹ کر ہی سب کو۔ میرا مطلب ہے کہ عملی قدم اٹھانے سے ہی کچھ حاصل ہو سکتا تھا اس لیے میں نے ایک کے بعد دوسرے کئی قدم اٹھا لیے۔ بلکہ سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔

پہلا دھیان تو میرا اسرار کی طرف ہی گیا' ظاہر ہے وہ میرا پرکھا جانچا ہوا تھا لیکن میں اپنے جانچنے پرکھنے پر چار حرف بھیج کے رہ گیا۔ جب مجھے اطلاع ملی کہ وہ موصوف تو کسی کے کھیگرے کی مانگ ہیں' میری شکل کھیگرے ہی تو بجنے لگ گئے۔ احساس اسے بالکل صحیح کہتی تھی۔ "تیر اسرار۔" "بلکہ مینا گھنا چپ چپیتا۔" اگر پہلے مجھے بتا دیتا تو میں نے کون سا اس کا کھیرا اٹھا کے بھاگ جانا تھا۔ خیر اس سے مایوس ہو کے میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی اور معقول شخص احساس کے لیے ڈھونڈنا چاہا لیکن میرے جاننے والے تو بے شمار تھے' دوست بے حد کم۔ اب سرسری سی جان پہچان والوں کو ایک دم اپنی کزن کے لیے رضامند کرنا تو خاصا دشوار کام تھا اور پھر میرے احباب میں زیادہ تر میرے کلاس فیلوز تھے' میری طرح ہاؤس جاب کرنے والے۔ ان میں سے کسی کی بات ہوتی کہ ڈیڈی فوراً احساس کے لیے ان میں سے کسی ایک کو چوز کر لیتے۔

تنگ آ کے میں نے عامل بابا کے آستانے کا رخ کیا۔ سوچا تھا کہ کچھ تعویذ گنڈے یا دم درود سے ہی بنانے کی کوشش کی جائے۔ تعویذ دھاگے بھی کالے علم کے ذریعے ہے تو منحوس سا کام اور ناپسندیدہ۔ مگر میں کون سا کسی غلط مقصد کے لیے استعمال کر رہا تھا' میری نیت تو ٹھیک تھی' اس لیے اخبار میں ان بابا کا اشتہار دیکھ کے وہاں چلا گیا' اشتہار بھی تو خاصا پرکشش تھا۔

"کالے علم کی کاٹ کے ماہر' بنگالی عامل بابا جنہوں نے برما کے جنگلات میں تیس سال' افریقہ کے صحراؤں میں پچیس سال اور کوہ قاف کے ویرانوں میں چالیس سال تک دھونی رما کے گیان حاصل کیا۔ آپ کی ہر مراد پوری کرنے کے لیے ہر وقت تیار' مشکل سے مشکل کام چوبیس گھنٹوں میں کرانے کی فل گارنٹی۔ سنگدل محبوب قدموں میں لوٹ پوٹ کرانا ہو' اکڑو مزاج باس کے گھٹنے ٹکانے ہوں' بدنیت ہمسائے کے گھر میں آگ لگانی ہو' فتنی سسرال کے ہوش ٹھکانے لگانے ہوں' بکھنی ساس کی کمر تڑوانی ہو' لالچی داماد کو دم ہلانے پر مجبور کرانا ہو' کمینی سوکن کو تیر کی طرح سیدھا کرنا ہو' لڑاکا نند کو بھیگی بلی بنانا ہو' دکان کا گھٹیا سے گھٹیا مال اچھی سے اچھی قیمت پر دھڑا دھڑ بکوانا ہو' گالیاں دینے کے عادی شوہر کو زن مرید بنانا ہو' پھوہڑ اور بدصورت بیوی کو راہ سے ہٹانا ہو۔ ہر کام چٹکی بجاتے میں ممکن۔"

اگرچہ مجھے ان سب میں سے کچھ بھی نہیں کرانا تھا لیکن اگر جو شخص یہ سارے کام چٹکی بجاتے کر سکتا ہے' اسی کے لیے میری معصوم سی خواہش پوری کرنا کیا مشکل تھا لیکن وہاں جا کے مجھے سخت افسوس ہوا۔



بھلا کالے علم کے ذریعے کوئی سفید یعنی بے داغ کام بھی ہو سکتا ہے؟ یہ علم تو کالے بلکہ کالے سیاہ مقاصد کے لیے ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ میں توبہ توبہ کر کے وہاں سے نکلا۔

تیسری کوئی راہ اب تک مجھے سوجھی نہیں تھی کہ اچانک غازی سے ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات بھی احساس کی وجہ سے ہی ہوئی۔ میں تو بس اسے اس کی دوست کے گھر چھوڑنے گیا تھا اور خدا نے غازی کو دوست بنا کر بھیج دیا۔ وہ کئی لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے۔ ویل سیٹلڈ بزنس اور وہ بھی فارن میں۔ آسٹریلیا کی نیشنلٹی' پرسنالٹی' ہائی کوالی فائیڈ اور ایجوکیٹڈ' فیملی بیک گراؤنڈ بھی اسٹرونگ تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ اتنی خصوصیات کے ہوتے ہوئے وہ احساس جیسی عام سی لڑکی کو کیسے پسند کرے گا اور بالفرض وہ پسند بھی کر لے تو اس کی فیملی کیسے رضامند ہوگی۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ کلاس سے باہر شادی کرتے ہی نہ ہوں۔ ہو سکتا ہے اس کے باپ نے (میرے ڈیڈی کی طرح) اپنی کوئی بھانجی بھتیجی پسند کر رکھی ہو' ہو سکتا ہے اس کی ماں نے کسی کروڑ پتی باپ کی یا کسی مل اونر کی صاحب جائیداد اکلوتی بیٹی کے خواب دیکھ رکھے ہوں' ہو سکتا ہے اس کی بہنوں کے ارمان کوئی چندے ماہتاب چندے آفتاب قسم کی حور پری بھابی لانے کے ہوں۔ ظاہر ہے یہ سب میں اس کی فیملی سے ملے اور جانے بغیر یہ حتمی طور پر سوچ سکتا تھا۔ میں نے اس سے راہ و رسم بڑھانے میں ذرا دیر نہ لگائی۔ اس کی فیملی کا ماحول خاصا کھلا ڈلا تھا۔ میں چند ہی ملاقاتوں میں گھل مل گیا اور میرا ایک "ہو سکتا ہے" "ہو گیا" یعنی اس کی والدہ صاحبہ میرے اندازے کے عین مطابق کسی امیر کبیر بہو کے خواب دیکھ رہی تھیں' حالانکہ وہ کوئی گری پڑی فیملی نہیں تھی اور غازی بھی اچھا خاصا بزنس چلا رہا تھا لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ لوگ خصوصاً اس کی امی نودولتیے قسم کے لوگوں والا مزاج رکھتی تھیں۔ ان کے اندر مزید سے مزید تر کی حرص بڑھتی رہی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کے بیٹے کی دلہن عام سا جہیز لانے کی بجائے بنگلے' گاڑیاں' فیکٹری اور مہنگے پلاٹ اپنے نام لکھوا کے لائے۔ میں نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور احساس کے نام ایسی ایسی پراپرٹی لگوا کے ان کے سامنے پیش کی کہ خود احساس اور اس کے والد محترم تک نہ جانتے ہوں گے۔

"آنٹی! غازی میرا بہت اچھا دوست ہے' اگرچہ اس سے ملے ہوئے مجھے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک بہترین انسان ہے۔ آپ سب لوگوں کے خلوص اور شرافت کا بھی میں دل سے قائل ہو چکا ہوں' اس لیے خود یہ بات کرنے کی ہمت کر رہا ہوں' ورنہ اچھا تو نہیں لگتا کہ میں اپنے منہ سے اپنی ہی کزن کی بات آپ سے کروں لیکن بات یہ ہے کہ احساس کے معاملے میں میرے ڈیڈی بہت حساس ہیں' وہ نہیں چاہتے کہ ان کی بھتیجی جسے وہ اپنی بیٹی جانتے ہیں' لالچی یا بدنیت قسم کے لوگوں کے فریب کا شکار ہو جائے اور ظاہر ہے کہ اس کے خاصے چانسز ہیں۔ دراصل میرے انکل نے اپنی بیوی کی وفات کے بعد دوسری شادی نہیں کی اور تمام تر توجہ کا مرکز اپنی بیٹی کو بنا لیا۔ ساری زندگی جو کچھ کمایا' بنایا سب احساس کے نام ہے۔ فیکٹری' بنگلہ' اسلام آباد میں ڈھائی کنال کا پلاٹ' کراچی میں لگژری فلیٹ' لاہور میں شاپنگ پلازہ اور اچھا خاصا بینک بیلنس' اپنی والدہ کا چھوڑا ہوا سیروں سونا بھی اس کا ہے' اس کے ساتھ ساتھ نہ صرف وہ اپنے تایا یعنی میرے ڈیڈی کی پراپرٹی میں بھی حصے دار ہے بلکہ اس کے نانا مرتے ہوئے کئی مربع زمینیں اس کے نام کر گئے۔ میرے ڈیڈی نہیں چاہتے کہ اس کا جو رشتہ آئے وہ لوگ صرف جائیداد اور فیکٹریوں' زمینوں کی لالچ میں اسے اپنی بہو بنانا چاہتے ہوں' اس لیے ان کے مشورے سے انکل نے یہ بات چھپا کے رکھی ہے کہ وہ اتنی بڑی پراپرٹی کی اکیلی وارث ہے۔"

"ہاں یہ تو۔ یہ تو اچھا کیا تمہارے ڈیڈی نے۔" آنٹی سوکھے لبوں پر زبان پھیرنے لگیں' شاید ان کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

"وہ بچی تو دیکھنے میں ہی اتنی بھلی طبیعت کی لگتی ہے، اسے واقعی لالچی لوگوں کے ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔"

"اور کیا آنٹی! آج کل کی لڑکیوں والی طراری تو اسے چھو کے نہیں گزری۔ بے حد سیدھی سادی ہے۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے اس کا قصیدہ پڑھا، حالانکہ میں اس کی "ہجو" کرنے میں ماہر تھا۔

"میری ماما نے اس کی تربیت ایسی کی ہے کہ اسے اپنی دولت جائیداد کا ذرا غرور نہیں، گھر کے ہر کام میں ماہر ہے۔"

"اور کسی کو کیا چاہیے، خوبصورت بھی ہے، تعلیم یافتہ اور ذہین بھی۔ سگھڑ، باتمیز، باادب اور ذمہ دار بھی۔ صورت اور سیرت دونوں میں لاجواب۔ اس لڑکی کو بھلا کون ناشکرا ٹھکرائے گا۔ دولت کا کیا ہے، آنی جانی چیز ہے اور پھر جہیز کا لالچ وہ کریں جن کے اپنے گھر میں کتے لوٹ رہے ہوں۔ ہمیں تو بھئی ایسی ہی باحیا اور خوش اخلاق اچھے گھرانے کی سلجھی ہوئی بچی چاہیے تھی، ورنہ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے جو ہم لالچ کریں۔"

"یعنی حیا اخلاق کی کمی تھی۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن یہ موقع پیر پر کلہاڑی مارنے کا نہیں تھا۔ انہیں ہموار کرنے کے بعد میں نے غازی کو ٹٹولا۔ وہ دل کا اچھا، بے ضرر سا انسان تھا لیکن ماں کے ہاتھوں میں پوری طرح کھلونا بن چکا تھا۔ اسے احساس پسند آئی تھی (حیرت ہے) اسے بظاہر اس کے ساتھ آنے والے لمبے چوڑے جہیز سے کوئی سروکار بھی نہ تھا لیکن وہ خوش تھا کہ اس کی ماں لالچ میں کسی غلط لڑکی کا انتخاب نہیں کر رہی، بلکہ اس نے تو میرا شکریہ تک ادا کیا (مزید حیرت) بھلا احساس میں ایسا بھی کیا ہے۔ خیر۔ ساتوں کی۔۔۔ (ہمیں کیا)

اب دوسرا اور قدرے مشکل مرحلہ گھر میں اس ذکر کو چھیڑنا تھا، میں نہیں چاہتا تھا کہ گھر میں کسی کو احساس ہو کہ اس سارے قصے کے پس منظر میں میری کتنی تگ و دو شامل ہے۔ اگر اس کی ہوا بھی ڈیڈی کو لگ جاتی تو بس پھر۔ خیر۔ تمانوں کی۔ (آپ کیا) کہ سب سے پہلے میں نے غازی کو گھر میں اپنے نئے دوست کی حیثیت سے متعارف کرا دیا۔ انکل۔ ڈیڈی بھی اس سے خاصے متاثر ہوئے، اس کی بزنس سینس ان کی رائے کے مطابق غضب کی تھی، ماما نے میری توقع کے عین مطابق اپنی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کے ریکارڈ توڑنے کے لیے اسے فیملی سمیت ڈنر پر انوائٹ کیا اور اسی ڈنر نے غازی کی امی کی راہ کھول دی۔ اس کے اگلے ہی ہفتے وہ اپنا مدعا لے کر انکل اور ڈیڈی کے روبرو تھیں۔ ڈیڈی صاف صاف انکار کرنا چاہتے تھے۔ انکل نے تو مکمل اختیار انہی کو سونپ رکھا تھا لیکن ماما نے روک دیا۔

"اتنی جلد بازی سے کام مت لیں، ایسے رشتے روز روز نہیں ملتے۔"

"کیوں نہیں ملتے۔ اور میں پوچھتا ہوں ہمیں ضرورت ہی کیا ہے رشتے ڈھونڈنے کی، نہیں ملتے تو نہ ملیں۔ ہمارے گھر میں رشتہ موجود ہے۔"

"کون؟ اوج۔؟ لیکن آپ جانتے ہیں وہ اس کے لیے تیار نہیں۔"

"اس کی منگنی کر کے رکھ دوں گا، اتنے جوتے ماروں گا کہ انکار کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ احساس مجھے اس سے بڑھ کے عزیز ہے، اسے میں اس گھر سے دور نہیں جانے دوں گا۔"

"کیا خاک عزیز ہے، اتنی محبت ہوتی اس بچی سے تو اس کا بھلا سوچتے، نہ کہ اس کی زندگی برباد کرنے کی پلاننگ کرتے۔ نہ میں پوچھتی ہوں جو لڑکا اپنی ایسی کی تیسی کروانے کے بعد اور سو جوتے کھانے کے بعد اس سے شادی پر تیار ہوگا، وہ اسے کیا محبت دے گا۔ پہلے ہی وہ اس رشتے پر راضی نہیں، آپ کی زبردستی سے اور بھی چڑے گا۔ آپ کو اچھا لگے گا کہ احساس جیسی بچی کسی ان چاہے رشتے میں بندھے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں سوچیں جو اسے چاہ اور ارمان سے بیاہنے آ رہے ہیں۔ قدر کریں گے وہ اس کی، پھر وہ لڑکا بھی۔ میرا مطلب ہے کیا برائی ہے



... کھڑا ہونے میں
... اوج کو ابھی بچوں پر
... اگر وہ رضامند ہو جاتا تو اور بات
... مزاج نہیں ملتے تو پھر زبردستی کا
... ماما نے انہیں کچھ اس طرح کنونس کیا کہ ڈیڈی کو

... نے دلاسے دے
... طرف غازی کی ماں کو میں
... مصلحت کے تحت احساس
... کسی
... نکاح نامے پر سائن
... کو خفیہ رکھا جا رہا ہے
... سارے کاغذات اس کے حوالے کر دیے
... انہوں نے اپنی بے نیازی دکھانے کی ناکام کوشش کی۔

"... ایسی باتیں کرتے ہو جس نے بیٹی ... سب کچھ دے دیا۔"

"... تو میں کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے سب کچھ دے دیا ہے۔"

"ہمیں تو کسی جہیز کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کا دیا سب ہمارے پاس ہے۔ جو وہ دیں گے اپنی بیٹی کو دیں گے، اپنی عزت بڑھانے کو دیں گے۔"

"آپ کا کہنا درست لیکن ان کے اپنے اندیشے ہیں، اب ہر کسی میں وہ بات تو نہیں جو مجھ میں ہے۔ میں تو بس ذرا سی عمر میں کمال کا مردم شناس ہو چکا ہوں، ایک نظر میں بندے کو پہچان لیتا ہوں کہ وہ کتنی کیچڑ میں ہے۔"

"یعنی ہو رہا ہے تایا!" غازی نے چونک کر کہا۔

"وہی۔ وہی۔ ہاں تو میں نے بھانپ لیا ہے کہ آنٹی آپ سب سے پرخلوص اور بے ریا تھیں، شاید ہی اس دنیا میں کوئی دوسرا ہو۔ (توبہ استغفار۔ استغفار) لیکن ڈیڈی اور انکل دودھ کے جلے ہیں اس لیے چائے بھی پھونک پھونک کے پیتے ہیں۔"

"یار! تم محاورے کچھ گڑبڑ نہیں کر دیتے ہو؟" غازی نے پھر ٹوکا۔

"بالکل نہیں، صحیح کہہ رہا ہوں، تم زیادہ زبان دانی کی کوشش مت کرو۔ میرے انکل اور ڈیڈی چائے

... چھاچھ تو وہ پھونک پھونک کے رہے ہیں۔
کر پینا بھی پسند نہیں کرتے اور اب خبردار جو بیچ میں بولے۔" دولہا بولا نہیں کرتے۔ "آنٹی میں کیا کہہ رہا تھا۔" میں پھر سے ان کی طرف متوجہ ہوا جو چلغوزے ٹونگنے میں مگن ہو گئی تھیں۔

"پتا نہیں کچھ چائے کی بات کر رہے تھے۔ یا شاید چھاچھ کی۔ خیر چھاچھ کا کون سا موسم ہے، چائے منگوا لیتی ہوں۔" وہ شاید ملازمہ کو چائے کے لیے آواز دینے لگی تھیں کہ مجھے یاد آ گیا۔

"ہاں، میں اصل میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ میرے ڈیڈی اور انکل اپنی طرف سے صرف احتیاط پسندی سے کام لے رہے ہیں، آپ کچھ غلط گمان نہ کیجیے گا کہ کہیں ناراض ہو کے بیٹھ جائیں کہ یہ تو ہمیں لالچی سمجھ رہے ہیں، اس لیے بیٹی کی جائیداد پر پردے ڈالے جا رہے ہیں۔"

"پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔" آنٹی نے اتنا کہا تو غازی بلبلا اٹھا۔

"اوف امی آپ بھی؟ آپ کی بھی ایک ٹانگ۔"

"کیا اول فول بک رہے ہو؟"

"میرا مطلب ہے کہ آپ بھی محاورے خواہ مخواہ مارنے لگیں۔"

ڈیڈی بھی مان گئے، اگرچہ دل میں اب بھی وہ احساس کو سوتانے کے ارمان دبائے ہوئے تھے۔ ادھر آنٹی بھی جوش و خروش سے شادی کی تیاریوں میں مگن ہو گئیں۔ اچھا ایک بات کی وضاحت کر دوں، صاف صاف سب کچھ لکھ دینے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ مجھے سازشی، فریبی اور ہرجائی۔۔۔ نہیں ہرجائی تو کسی اور معنی میں آتا ہے۔ خیر اول الذکر دونوں میں سے کوئی ایک سمجھ لیں (ماشاء اللہ ڈائری لکھتے رہنے سے میری اردو کتنی رواں ہو گئی ہے)۔ اتنا احساس تو مجھے بھی تھا کہ میری غلط بیانی میری کزن کی زندگی میں زہر گھول سکتی ہے (حالانکہ اس نے اپنی پیدائش کے پہلے دن سے ہی میری زندگی کو نیلے تھوتھے سے لبالب بھر دیا تھا) لیکن یہ میری اعلیٰ ظرفی، بلند کرداری، وسیع

انٹفری۔۔۔ وغیرہ وغیرہ ہے کہ میں نے پھر بھی اس کا بھلا سوچا۔ میں چاہتا تو اس سے شادی کرکے اسے آٹھ آٹھ چونسٹھ آنسو رلا سکتا تھا' گن گن کے بدلے لے سکتا تھا' مشرقی قسم کا بھرپور نمونہ بن کے شوہرانہ ادائیں دکھاتے ہوئے اسے بیوی ہونے کا مزہ چکھا سکتا تھا لیکن میری شرافت نے یہ سب گوارا نہ کیا۔ کیا فائدہ تھا اس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی بھی جہنم بنانے کا' اس لیے غازی کی زندگی کو چنا۔ (آپ کچھ اور نہ سمجھ لیں' میرا مطلب جہنم بنانے سے نہیں ہے)۔ اب رہا سوال یہ کہ آنٹی سے میں نے اس کی پراپرٹی کے بارے میں جو بلند و بانگ دعوے کیے تھے' ان کی حقیقت کھل جانے کے بعد اس بے چاری کا کیا ہوگا۔ تو میں نے یہ سب بھی سوچ رکھا تھا۔

میں نے جھوٹ ضرور بولا تھا مگر بے بنیاد نہیں' رائی کا پہاڑ ضرور بنایا ہے لیکن یار آخر رائی تو ہے نا۔۔۔ یہ بات تو یقینی تھی کہ انکل کی پراپرٹی کی وہ اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے اکیلی وارث تھی۔ فیکٹری والا معاملہ اس لیے گڑبڑ تھا کہ وہ انکل اور ڈیڈی دونوں کی مشترکہ پراپرٹی تھی لیکن بے شک وہ فیکٹری کی مالک نہ سہی مگر حصہ داران میں سے ایک تو ہے۔ انکل تو ہمیشہ سے ہمارے ساتھ رہتے آئے ہیں اس لیے کیا بنگلہ بناتے اور کیا اسے بیٹی کے نام کرتے۔ مگر آنٹی کی زندگی میں انہوں نے ڈیفنس میں ایک کینال کا ایک کارنر پلاٹ ضرور خریدا تھا' ارادہ تو بنانے کا تھا مگر ان کی وفات کے بعد تنہائی کے خوف سے ہمت نہیں کی۔ آج وہ پلاٹ احساس کے نام ہے اور اس کی قیمت پچھلے کئی سالوں سے دگنی سے دگنی ہوتی جارہی ہے۔ آنٹی کا زیور بھی ظاہر ہے اس کا ہے (نہ سہی سیروں میں۔۔۔ مگر ہے تو۔۔۔ اب ایسی بات بھی نہیں کہ چھٹانک بھر ہوگا۔۔۔ شاید سونا چھٹانکوں یا پاؤ میں نہیں بلکہ تولہ میں ہوتا ہے' وہ کہتے ہیں نا کہ پل میں تولہ' پل میں ماشہ۔۔۔ تو بس تولہ اور ماشہ تو ہوگا۔۔۔) ہاں کراچی کے لگژری فلیٹ' اسلام آباد کے پلاٹ اور لاہور کے شاپنگ پلازہ کے ساتھ ساتھ نانا مرحوم کی زمین والے دعوے ضرور ہوائی ہیں لیکن اب کچھ تو رنگ آمیزی کرنا تھی۔۔۔ اور پھر وہ کون سا اس کا غیظ و غضب سننے کے لیے بیٹھی رہے گی۔ شادی کے مہینے بعد تو اسے آسٹریلیا چلا جانا ہے۔ غازی اچھا انسان ہے' وہ خود ہی معاملہ سنبھال لے گا۔ احساس بھی مطمئن نظر آرہی ہے' ورنہ شاید مجھے کوئی خلش رہ جاتی کہ کہیں اس کے ساتھ زیادتی تو نہیں ہو رہی۔ ابھی میں نے بتایا تو ہے کہ میں کتنا بھلا مانس' نرم دل اور حساس فطرت انسان ہوں۔ کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے دیکھ ہی نہیں سکتا' بھئی! بھلا میں نے اپنے ساتھ زیادتی ہونے دی؟ کیسے ڈٹ کے مقابلہ کیا اور کیسی چالیں چل کر اپنے خلاف جاتے حالات کو نیا رخ دے دیا۔ کوئی کر کے تو دیکھے زیادتی (میرے ساتھ)۔

پتا ہے آپ کو "ایک دن" کا ذکر ہے۔۔۔ اور یہ اس دن کا ذکر ہے جب غازی کا ذکر میرے گھر میں صرف میرے دوست کی حیثیت سے ہوا تھا' ابھی میں نے اس کی فیملی کو انوائٹ کرنے کا ذکر نہیں کیا تھا' کیا وجہ ہے کہ ان کی طرف سے رشتے کا کوئی ذکر بھی نہیں چھڑا تھا۔۔۔ تو اس دن جب میں ذکر ن۔۔۔ اوہو۔۔۔ میرا مطلب ہے میوزک سن رہا تھا تو احساس نے اس کے آنے کی اطلاع کچھ یوں دی۔

"کوچ! وہ تمہارے دوست آئے ہیں۔" اسرار اور غازی دونوں کو ہی میں نے چائے پر بلایا تھا۔

"کون سے دوست؟" میں انہیں بلا کے بھول چکا تھا۔

"وہی۔۔۔ یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے۔۔۔"

ظاہری بات تھی جب میں اس کی دوستوں کو نہیں بخشتا تھا تو وہ کیوں موقع ہاتھ سے جانے دیتی۔

اور یہ تب کا ذکر ہے جب نہ صرف رشتے کا ذکر ہو چکا تھا بلکہ ذاکرات (ذکر کی جمع کیا ہوتی ہے نا۔۔۔ نہیں نہیں یاد آگیا مذاکرات) ہاں تو مذاکرات کے ذریعے شادی کی تاریخ تک طے ہو چکی تھی کہ غازی کا فون آیا۔ وہ مجھ سے سفارش کر رہا تھا کہ ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار میں اپنے ڈیڈی اور ماما سے کہہ کراسے



فون پر چند منٹ احساس سے بات کرنے کی اجازت دلوادوں۔ میں نے ریسیور پر ہاتھ رکھ کر ماما سے پوچھا۔ اب شادی ہو رہی تھی' اب کسی کو کیا اعتراض ہو۔ انہوں نے خود احساس کو آواز دی اور فون کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شاید سر میں تیل لگا رہی تھی (آج کل حسن نکھارنے پر بہت زور دیا جا رہا ہے) اسی طرح بکھرے الجھے بالوں کے ساتھ میلے سے دوپٹے کے ساتھ ہاتھ پونچھتی آگے بڑھی۔ ریسیور ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے اشارے سے مجھ سے دریافت کیا کہ کس کا فون ہے' میں نے جواب دیا۔

"غازی کا ہو پراسرار تو شاید نہیں' البتہ بندہ ضرور ہے اور وہ بھی تمہارا ہونے والا۔"

اس کا چہرہ دہکا سا لگا اور اس لمحے اس کی سماعتوں سے شاید غازی کی آواز ٹکرائی۔ اس کے چہرے پر یک بیک اتنے رنگ پھیلے کہ میں حیران رہ گیا۔ گھبراہٹ سے اس کے لب سل گئے تھے' وہ اسی وقت ریسیور رکھ دینا چاہتی تھی لیکن ماما نے گھور کے اسے باز کیا۔ بمشکل وہ تین بار 'ہوں' 'ہاں' اور 'جی' کہنے کے بعد اس نے اپنی جان چھڑائی اور مجھ سے نظریں چراتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ میں تو اس کے عین سر پر سوار اس کے تاثرات ہی حیرانی سے نوٹ کر رہا تھا۔ کتنی عجیب سی لگ رہی تھی۔۔۔ پلکیں جھکی ہوئی' آنکھیں جیسے کوئی جاگی سی کیفیت میں' رخسار گلگوں' ہونٹ کپکپاتے ہوئے' آواز لرزتی ہوئی مگر شہد میں ڈوبی ہوئی۔۔۔ واہ غازی۔۔۔ تیری قسمت۔۔۔ کہ احساس جیسی بے رنگ لڑکی میں بھی کوئی نرم و لطیف سا جذبہ جگا دیے۔ عجیب سی بات ہے' اس وقت وہ مجھے ذرا اچھی نہیں لگی بلکہ زہر لگ رہی تھی۔ میں نے خود ماما سے کہہ کر اسے فون پر بلوایا تھا لیکن جیسے ہی اس نے ریسیور ہاتھ میں لیا۔ میرا دل چاہا اس سے چھین کر کریڈل پر پٹخ دوں اور زور سے ڈپٹ کے واپس بھیج دوں۔ بیٹی تلی کہیں سے' شرمانے لجانے والی۔۔۔ غازی کا تو گلا گھونٹنے کو جی چاہ رہا تھا' وہ ہوتا کون ہے

کہ۔۔۔ کمال ہے میں اتنا تنگ ذہن اور متعصب تو نہیں ہوں۔۔۔ پھر بھی۔۔۔"

☆ ☆ ☆

"ہمارا تو گھر خالی خالی سا ہو جائے گا احساس کے جانے کے بعد۔" ماما آج مارکیٹ سے اس کے لیے شادی کے دن پہننے والا لہنگا خرید کے لائی تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے لہنگے کی تعریف میں زمین آسمان ملانے شروع کر دیے۔ بڑے ہی جوش و خروش سے انہوں نے بڑے سے ڈبے میں سے ڈیپ میرون اور گولڈن بھاری کام والے لہنگے کو نکالا اور بیڈ پر پھیلا دیا اور ساتھ ہی نجانے کیا ہوا کہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیں۔ اشتیاق سے لہنگا دیکھتے انکل بھی نم پلکوں کو جھپکتے باہر نکل گئے۔ ڈیڈی نے پہلے پیار سے پھر ہمدردی اور غصے سے ڈانٹتے ہوئے انہیں بمشکل چپ کرایا۔ آنسو پونچھتے ہوئے وہ کہنے لگیں۔

"کیا کروں' آنسوؤں پر زور تو نہیں' یہ تو خود بخود امڈے آتے ہیں۔"

"تو کیا ضرورت تھی اتنا مہنگا ڈریس خریدنے کی کہ بعد میں گھس گھس کے رونا پڑے' فضول میں۔۔۔ ہزاروں اس بے کار سے جوڑے پر لگ گئے۔ اب رونے کا کیا فائدہ۔ زبان سے نکلی بات' تیر سے نکلا کمان اور پرس سے نکلے نوٹ کیا کبھی واپس آتے ہیں؟" اس کی بات پر انہوں نے رونا دھونا بھول کے زور کی گھوری ڈالی۔

"تم جب بھی منہ کھولنا واہی تباہی بکنا' کبھی ڈھنگ کی بات بھی کر لیا کرو۔ میں تو اس لیے رو پڑی کہ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں شادی میں۔ ہائے ہائے بیٹیاں بھی کیسی چیز ہیں' ان کو وداع کرنے کی بھی جلدی اور جدائی کا بھی غم۔ اتنے ارمانوں سے اسے رخصت کرنے کی تیاری بھی کر رہی ہوں اور ہر تیاری پر دل بھی بیٹھا چلا جاتا ہے۔"

"ظاہر ہے اب سارے کام کاج آپ ہی کو دیکھنے پڑیں گے' اس کے حصے کا آٹا آپ کو گوندھنا ہوگا' دوپہر

کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری بھی آپ کے ہی ذمے ہوگی ڈیڈی کی گھڑی گھڑی بعد چلنے والی چائے کافی کی بیگار الگ اور وہ جو ماسی کے ساتھ روز کی بک بک اور سرکھپائی۔ وہ بھی آپ کے گلے۔ دل تو بیٹھتا ہی ہے۔" اس نے سرہلا کر تائید کی۔

"دیکھا آپ نے کوئی بات سلیقے سے نہیں کرسکتا۔ بس منہ کھولتا ہے اور جو اوٹ پٹانگ خیال ذہن میں آئے بھٹ سے اگلے کے منہ دے مارتا ہے۔"

ماما نے فوراً شکایت ڈیڈی سے لگائی۔

"تم نکلو میرے کمرے سے کوئی بات نہیں کرنے دیتے پہلے ہی میرا دل برا ہو رہا ہے آنے والے وقت کی تنہائی کو سوچ سوچ کر۔ ہمارا گھر تو خالی ہو جائے گا احساس کے جانے کے بعد۔"

"کمال ہے بھلا وہ ایک ہی تو ہے کوئی درجنوں تو نہیں جن سے گھر بھرا پڑا تھا۔ ہاں بس اس کا کمرہ خالی ہو جائے گا۔ میں اسے اپنا سٹنگ روم بنالوں گا۔ آپ فکر مت کریں۔"

"اوج! میں کیا کروں تمہارا۔" وہ سرہاتھوں پر گرا کے رہ گئیں۔

"نہ تم چپ کرتے ہو نہ میری جان چھوڑتے ہو اور آپ۔" اب وہ شوہر کی طرف مڑیں۔

"اپنا دل کرے تو گھنٹوں اسے روبرو بیٹھے رہتے ہیں اب وہ مجھے پریشان کر رہا ہے تو منع تک نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے میں ہی چلی جاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگیں تو اوج اب ان کی بات میں مداخلت نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے پکڑ کے بٹھانے لگا۔

"بیگم! میں تمہارے مسئلے کا حل سوچ رہا تھا۔" ڈیڈی بولے۔

"یا اللہ خیر۔" اوج تڑپ اٹھا لیکن زبان بندی کا وعدہ کر چکا تھا اس لیے مجبوراً خاموش رہا ورنہ ڈر یہی تھا کہ کہیں ڈیڈی پھر سے اپنا فیصلہ بدل نہ ڈالیں اور ماما کے سر احسان الگ کہ تمہاری تنہائی کا احساس کرکے یہ قدم اٹھایا ہے۔

"میرا خیال ہے اب تم اپنے لیے بہو بھی تلاش کرنا شروع کردو۔ بس اس شادی سے فارغ ہو جاؤ تو جلد اس گدھے کے لیے بندوبست کرو تاکہ گھر میں رونق لگے۔"

"ہاں یہ تو ہے واقعی گھر کی اصلی اور سچی رونق تو بہو کے دم سے ہوتی ہے بیٹیاں تو پرائی امانت اور دیس کی مسافر۔" وہ فوراً متفق ہوگئیں۔

"ہے کوئی تمہاری نظر میں۔" ڈیڈی نے پوچھا تو لیکن اوج یوں سنبھل کے بیٹھ گیا جیسے اس سے سوال کیا گیا ہو۔ وہ ابھی اجازت طلب نظروں سے ماما کو تک ہی رہا تھا کہ وہ اپنی خواہش بیان کرنے لگیں۔

"میرا ایک ہی بیٹا ہے میں کوئی رسک لے کر اپنا بڑھاپا نہیں رولنا چاہتی۔ توبہ توبہ آج کل کی لڑکیاں۔ مجھے اپنا بیٹا نہیں گنوانا غیر انجان لڑکی لاکے۔ ٹھیک ہے مانتی ہوں سب لڑکیاں ایک سی نہیں ہوتیں مگر میں تجربے کیوں کروں میرے کون سے آٹھ دس لڑکے ہیں کہ باقی کے بیوی کو پیارے ہو بھی جائیں تو خیر ایک تو وہ میرے پاس رہ جائے اس لیے میرا ارادہ تو خاندان سے لڑکی لانے کا ہے۔" اوج پہلو بدل کے رہ گیا۔

"ہاں واقعی بڑی اچھی اچھی بچیاں ہیں فیملی میں۔ میرے رشتے کے کئی بہن بھائی ہیں جن کی شادی کے لائق بچیاں ہیں۔ ایک ہی خاندان برادری کی بچیاں گھر کا ماحول رسم و رواج اچھی طرح جانتی ہیں جلد گھل مل جاتی ہیں۔ گھر میں رچنے بسنے میں انہیں دیر نہیں لگتی۔"

"یا اللہ یہ آج دونوں ہر بات میں ہاں میں ہاں کیوں ملا رہے ہیں۔" اس نے التجائیہ نظروں سے آسمان کی طرف منہ کرکے فریاد کی اور مزید چپ رہنا تب مشکل ترین ہوگیا جب ماما نام تک گنوانے لگیں۔

"یا خالدہ کی دو ہیں عظمیٰ اور واصف۔ آپ کے امریکہ والے کزن جو پچھلے سال ہی اسلام آباد شفٹ ہوئے ہیں ان کی بھی ایک بیٹی ہے۔ ادھر میرے میکے میں میری بہن کی تین بھائی کی ایک۔"



[illegible] بیٹھا۔" وہ وجہ تو ز بیٹھا۔ "مجھے فیملی میں [illegible] نہیں کرنا۔ اگر فیملی کی ہی لڑکی سے شادی کرنا [illegible]" "کتنے کتنے رک کیا کہ احساس میں کیا [illegible]

"خاندان کی لڑکیوں کی کیا ناک بہتی ہے؟"

"[illegible] مجھے کچھ نہیں پتا گھر میں نے بہتی ہوئی دیکھی تو اب تک بہتی ہوئی سمجھی۔ بس مجھے کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کرنی جسے میں کئی سالوں سے دیکھتا آرہا ہوں۔ ہزار بار کی دیکھی بھالی پرانی شکل۔"

"بے وقوف انسان جس سے تمہاری شادی ہوگی کیا اسے بیٹے بعد دیکھا کرو گے؟ نئی کور شکل ڈھونڈ کے بھی [illegible] تک نئی رہے گی۔" ڈیڈی نے تو کہا کے [illegible]

"دیکھی کے طور پر تو مجھے نئی شکل ہی چاہیے بعد کی [illegible] بھی نہ آپ کی فیملی میں نہ [illegible] کوئی ڈاکٹر ہے میرے لیے۔"

"تمہیں ڈاکٹر کیوں چاہیے۔ تم خود ڈاکٹر ہو اپنا علاج خود کرلیا کرو۔" ڈیڈی نے ہنسی میں اڑانا چاہا۔

"پلیز اس بات کو ہنسی مت میں شادی کروں گا تو کسی لیڈی ڈاکٹر سے۔ آخر میں ڈاکٹر ہوں۔" اس نے اعلان کرکہا۔

"توبہ کمال کہتا ہے کہ ڈاکٹر کی شادی ڈاکٹر سے ہوگی اب میں کنسٹرکشن کے بزنس میں ہوں یعنی وقت میں ٹھیکیدار۔ تو کیا میرے ماں باپ میرے لیے کوئی ٹھیکیدارنی ڈھونڈتے۔ تمہارے اصول و قواعد معاشرے پر لاگو ہو جائیں تو ڈاکٹر انجینئر بزنس مین انجینئر بیکرز وکیل وغیرہ تو کسی نہ کسی طرح کھپ جائیں گے لیکن یہ بیچارے ویلڈنگ والے پلمبر الیکٹریشن کوکن اور رکشہ ٹانگہ چلانے والے یہ سب تو کنوارے رہ جائیں گے ان کے جوڑ کا بر کہاں سے ملے گا ابھی ہمارے معاشرے پر یہ وقت نہیں آیا کہ عورتیں ہتھوڑے پیچ کس اٹھا کے گھر گھر دروازے کھٹکھٹاتی پھریں۔" "ہی ملنا تو نہیں خراب کر

تو نہیں اہل ہوا نہ اریں تو نہیں شارٹ ہو گئیں۔" "اسی طرح بیچاری گھریلو سی لڑکیاں بھی بیٹھی کی بیٹھی رہ جائیں گی کہ ان کے فکر کے گھریلو امور میں ماہر لڑکے کہاں سے ڈھونڈے جائیں۔" ڈیڈی نے اچھی خاصی کلاس لے لی۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ڈیڈی ڈاکٹرز کی تو اچھی خاصی تعداد ہے ایک نہ ایک تو مجھے بھی مل جائے گی۔" اس نے بحث ختم کی۔

"میاں ایک سے تم کہاں صبر کرنے والے ہو تمہیں تو روز نئی شکل چاہیے۔ اب ڈاکٹرز کی اتنی ورائٹی کہاں سے لائیں۔"

"اوہو ڈیڈی آپ تو بات ہی پکڑ لیتے ہیں۔"

☼ ☼ ☼

آج اس گھر میں مایوں کی تقریب تھی۔

احساس شفیع اور غازی مراد علی کی مایوں کی تقریب ابھی شام کے چھ بجے تھے لڑکے والوں نے رسم کے لیے نو بجے آنا تھا لیکن اس وقت بھی کم گہما گہمی نہیں تھی۔ شادی کی تقریبات کا باقاعدہ آغاز آج ہی کی رسم سے ہونا تھا اس لیے دور پرے کے شہروں میں رہنے والے رشتے داروں کی آمد کا سلسلہ صبح سے جاری تھا۔ احساس کی دوستوں میں سے کئی قریبی اور بے تکلف سہیلیاں مقررہ وقت سے کئی گھنٹے پہلے موجود تھیں تاکہ مایوں کی رسم میں ہونے والے انتظامات میں ماما کا ہاتھ بٹا سکیں۔ اس لیے گھر کے اندر اور باہر لان میں افراتفری کا سماں تھا۔ اندر لڑکیوں کی تیاری کا شور اور غلغلہ تھا تو باہر مہمانوں کی نشست و عشائیہ کے لیے انتظامات کو حتمی شکل دی جارہی تھی۔

اوج کا جوش دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا صبح سے وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس مختلف کام نبٹاتا نظر آرہا تھا۔ ابھی کیٹرنگ والوں کے ہاں تو ابھی ٹینٹ سروس سے جھگڑتے میں کہ انہوں نے مایوں کی مناسبت سے زرد اور سبز شامیانے کیوں نہیں لگوائے اور جب وہ جب

روایت زرد اور سبز شامیانے تن گئے تو پھر سے جھگڑنے بیچ گیا کہ یہ کیا پینڈوؤں والے رنگ لگوا دیے ہیں۔ بڑی مشکل سے یہ موتیا رنگ کے شامیانے منتخب ہوئے جن کے اندر زرد روشنیوں کے انتظام سے ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ رات کے اندھیرے میں دیکھتے یوں محسوس ہو جیسے ہر طرف سے پیلی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔ اندر تھا سبز، دبیز سرخ قالین بچھے تھے جن پہ قطار در قطار زرد کپڑا چڑھی کرسیاں دھری تھیں۔ وسط میں وہ جگہ جہاں ڈھولک اور مایوں کی رسم ادائیگی ہونا تھی 'زرد دریاں' بچھی تھیں۔ زرد اور سبز گاؤ تکیے پڑے تھے۔ سرخ قالین پہ سبز اور زرد دری پہ سرخ گلاب کی پتیاں بکھیر دی گئی تھیں۔ ذرا ذرا سے فاصلے پر آرائشی پتیلے رکھے گئے تھے۔ اوپر لٹکی شامیانے کی چھت سے گیس کے خوبصورت آرائشی ہنڈولے نما لیمپ جھول رہے تھے۔ زرد اور سبز رنگ ہی کے امتزاج سے تیار کیا گیا اسٹیج بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ رو پہلے تلے کے کام والا بڑا سا پردہ تھا جو گیندے کے پھولوں سے بھرا پڑا تھا۔

اوج اچھی طرح وہاں کے انتظام سے مطمئن ہونے کے بعد باہر نکلا اب اس کا ارادہ استقبالیہ راہ گزر کی آرائش کروانے کا تھا۔ پہلے تو اس نے گھر آئے مہمانوں کے ادھر سے ادھر بھاگتے بچوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی بڑی مشکل سے انہیں چھت پہ چڑھا لیا کیونکہ لان میں ان کا مزید کھیلتے رہنا اب صورتحال کے لیے نقصان دہ تھا۔ ایک طرف مہمانوں کے بٹھانے اور تقریب کے انتظامات تھے تو دوسری طرف کیٹرنگ والے انگیٹھیاں دہکائے بیٹھے تھے۔ باربی کیو کی تیاریاں جاری تھیں۔ اب گیٹ کے اندر سے آنے والے راستے کی آرائش کرنا تھی۔ اس نے ڈیکوریٹرز کو گیندے کے پھولوں سے زمین پہ خیر مقدمی نقش و نگار بنانے کی ہدایت کی۔

ابھی یہاں سے فارغ ہوا تھا کہ لائٹ میں آ گیا۔ آرائشی قمقموں کی آرائش وہ اپنی ہدایت میں کروانے ہی والا تھا کہ اسرار آ گیا اسے قابل قدر کم کی گالیوں سے نوازنے کے بعد اس نے باقی کام اس کے سپرد کیے اور خود نہانے چلا گیا۔

نہا دھو کے اس نے چائے طلب کی۔ 'افرا تفری' یعنی احساس کی کلوز دوست افراح جو پچھلے دو چار روز سے یہیں ڈیرے ڈال رکھے تھے چائے کے ساتھ پکوڑے اور حلوے کر لے آئی۔

"لیجیے جناب آپ نے تو صرف چائے مانگی تھی۔ میں چائے شائے لے آئی ہوں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" اس نے تولیے سے سر رگڑتے ہوئے بشاشت سے کہا۔ نہانے کے بعد بھی اسے تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کچھ دیر اکیلے کمرے میں سکون سے آنکھیں موند کے لیٹا رہے لیکن اس کے کمرے پہ ڈیڈی کے امریکہ والے کزن کی فیملی کا قبضہ تھا۔ وہ ادھر ادھر نظریں دوڑاتا لاؤنج میں بیٹھنے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ ایک صوفے پہ پھولوں سے بھرے لفافے رکھے تھے۔ دوسرے پہ ابٹن گھول کے مختلف پیالیوں میں رکھا تھا۔ تیسرے پہ مٹھائیوں کے ٹوکرے رکھے تھے بمشکل جگہ بنا کے وہ بیٹھا کہ چائے کے گرما گرم کپ، پالک کے خستہ پکوڑوں اور گاجر کے خوشبودار حلوے نے طبیعت پہ چھائی کسلمندی اور تکان کو منٹ میں زائل کر دیا۔

"آٹھ بج چکے ہیں مہمان آنے ہی والے ہوں گے اور گھر والوں کی تیاری کا کوئی حال ہی نہیں۔ سر منہ جھاڑ اور سر پھاڑ۔ نہیں یار وہ منہ پھاڑ اور سر جھاڑتے پھر رہے ہیں۔"

"دس بجے سے پہلے کس نے آنا ہے؟" وہ بے فکری سے بولی۔

"اور اگر جو کوئی آ گیا تو یہ قطے منہ شکلیں استقبال کریں گی؟"

"ہائے اللہ' ہماری کیوں ہونے لگیں۔" وہ تنک کر بولی۔ "ایسے پرنور چہرے تمہارے جیسے بدذوق کو ہی قطے منہ لگ سکتے ہیں۔"

"پرنور۔ یعنی کہ۔ پ۔ پ۔ پ۔" اس کی ہنسی نکل گئی۔ "پر قلعی کہنا چاہیے" کسی دن میک اپ نہ کرو۔



[illegible] ہوں کہ حوصلہ پڑتا ہے کسی فنکشن میں [illegible] ہوں اور مہندی والے دن دلہن [illegible] نکل کر منہ چھپا کر کھا ہوتا ہے جہاں [illegible] لمبا گھونگھٹ نہیں بلکہ میک اپ کی غیر [illegible] شرم و حیا نہیں۔ مووی بنوانے کا حوصلہ [illegible] بولتی ہے۔ احساس تین دن سے روپوش [illegible] بھی دیکھو تو [illegible] مل کے تم لوگوں نے [illegible] اس پر [illegible] جہاں سامنا ہوتا ہے وہ منہ [illegible] کر لیتا ہے۔"

"[illegible] ایک طرف ہو جاتی ہے۔"

"[illegible] آنٹی نے منع کیا ہے کہ اپنا چہرہ زیادہ [illegible] روپ چڑھے گا۔"

"[illegible] کو روپ چڑھے گا اگر [illegible] چڑھے نہ چڑھے بس ضرور چڑھے گا۔ اگر [illegible] کو اس کے اس روپ کا دیدار کراؤں تو بیچارہ [illegible] شہید ہو جائے۔"

"[illegible] تم بولتے بہت ہو اور وہ بھی فضول ہم [illegible]" وہ تنگ آ کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

[illegible] لڑکے والے مقررہ وقت پہ ہی آ گئے [illegible] دوستوں میں بیٹھا بے سرے مقابلے [illegible] تیسری بار اسے ملا کی طلبی کے [illegible] بیچارا اسے اٹھ کے جانا ہی پڑا ورنہ لڑکی [illegible] دولہا کے خاندان کے بھانڈے پھوڑتے اور [illegible] دولہن کی شان میں گستاخانہ قصیدہ گوئی کرنے میں کس قدر مزا آ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟"

"ملا صاحب ہو آتی بار بلاوا بھیجا۔"

"اب آ گیا ہوں کہیے۔"

"احساس کو رسم کے لیے باہر لیجا رہے ہیں۔ میں نے سوچا نہ ہو بعد میں تمہیں آوازیں دیتی رہوں اور تم ہاتھ ہی نہ لگو۔ اب ذرا میرے ساتھ ساتھ رہو۔ تمہیں بھائی کے رشتے سے رسم پوری کرنی ہے۔"

"مثلاً۔ مثلاً کیا کرنا ہو گا؟"

"حفاظت کرو مہر کے بل کھڑا نہیں ہونا پڑے گا نہ ہی منہ سے آگ کے شعلے نکالنے ہوں گے۔ بس مہندی اور تیل لگانا ہوتا ہے۔"

"ہیں؟ یہ میں کروں گا۔ مہندی کسی سہیلی سے لگوانے میں کیا تکلیف ہے اور کسی بیوٹی پارلر سے مہندی کا کورس کر کے آیا ہوں۔"

وہ واپس جانے کے لیے مڑا تو ملا نے بازو کھینچ کے روکا۔

"بیٹھو ادھر۔ خبردار جو یہاں سے ہلے۔"

پھر کچھ منٹ بعد سہیلیوں کے نرغے میں پیلے کرتے شلوار اور پیلے ہی بڑے سے دوپٹے کا ڈیڑھ فٹ لمبا گھونگھٹ نکالے احساس نمودار ہوئی۔

"خیر تو ہے۔ یہ دس دس لوگوں نے کیوں اسے دبوچ رکھا ہے۔ کیا کہیں بھاگ رہی ہے۔" اس نے پھر شوشا چھوڑا جوابی کارروائی کے طور پہ ملا نے ایک زبردست جھانپڑ لگانے میں ذرا دیر نہ لگائی۔

"کبھی تو منہ کھولنے سے پہلے سوچ لیا کرو کہ کیا بولنے جا رہے ہو۔" خیر کسی نہ کسی طرح تو جا تھمنے لگا کے سب کی سب اسے کسی بھاری ٹرالی کی طرح گھسیٹتی و دھکیلتی لان کے اسٹیج تک لائیں۔ غازی کے گھر کی خواتین نے پہلے رسم شروع کی۔ ایک ایک خاتون آتی، ہتھیلی پہ دھرے پتے پہ مہندی رکھ کے اور بجی سجائی پیالی میں رکھے تیل میں اپنی ایک آدھ انگلی ذرا سی ڈبوتے ہوئے گھونگھٹ کے اندر غفلت سے کہیں چھپے احساس کے سر پہ لگا کے واپس چلی جاتیں۔ پھر باری آئی لڑکی والوں کی۔ جہاں خواتین کا اچھا خاصا کال تھا۔ گنتی کی چند آنٹیوں نے رسم ادا کی۔ احساس کی درجنوں سہیلیاں مچل مچل کے اسٹیج پہ چڑھنے کی ضد کر رہی تھیں لیکن ایک زبردست قسم کی آنٹی نے انہیں بزور گھوریاں قابو میں کر رکھا تھا کہ لڑکیوں بالیوں کی باری سب سے آخر میں۔

"چلو اوج اب تم آگے آؤ۔" ملا نے اسے آگے دھکا دیا۔ وہ برے برے منہ بناتا اور چڑھا۔ وہ پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پہ غور کرنے لگا جہاں گندھی ہوئی ہری ہری مہندی کا پہاڑ سا کھڑا تھا۔ تھال سے چٹکی بھر مہندی اٹھا کے اس نے اس تودے پہ جمائی اور اٹھنے لگا۔ ایک موٹا سا ابٹن کا گولہ اس کے کلن کے پاس آ کے لگا اس نے نشانہ باز کو کھوجنا چاہا مگر

مووی کیمرے اور فلیش کیمرے کی چکا چوند نے آنکھیں چندھیا دیں۔

"تیل۔۔۔ تیل۔۔۔" وہ تین آوازیں پڑیں وہ مزید اپنی حملے سے بچنے کے لیے طوعاً کرہاً پھر سے بیٹھ گیا۔ تیل میں پورا پنجہ ڈبو کر اس نے چپکتی ہوئی انگلیاں ایک ہتھیار کی طرح اٹھائیں' ارادہ شاید اسے پورے کا پورا بھگو دینے کا تھا۔

"بڑے ارمان ہیں بی بی احساس کو تیل لگوانے کے ایسا تیل لگاؤں کا دھاریں پیر تک بہیں گی۔" انتقامی انداز میں سوچتے اس نے ذرا سا اور آگے کھسک کے گھونگھٹ کے اندر جھانکا۔

"فاؤل۔۔۔ بے ایمانی۔۔۔ دلہن کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہیں۔" اس کی فرینڈز چلا اٹھیں۔ وہ ابھی تک گھونگھٹ کے اندر چہرہ گھسائے ہوئے تھا۔ اور اٹھا تیل سے چپڑا ہاتھ ویسا ہی بلند تھا جیسے کسی نے فریز کر دیا ہو۔

"ارے اوج کیا سو گئے بیٹھے بیٹھے۔" آنٹی نے آواز لگائی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تیل سے بھرا ہاتھ کلف لگے کرتے کے گریبان سے بے دلی سے مسلتا ہوا اس کی بے یقین سی آنکھیں سخت متوحش تھیں اور بدستور رکوع کی حالت میں بیٹھی پیلے دوپٹے میں چھپی احساس پہ مرکوز تھیں۔

"ارے جلدی کرو' ہمیں بھی رسم ادا کرنی ہے۔ وہیں جم کے رہ گئے۔" افراح نے ٹوکا۔ "جلدی سے تیل لگاؤ۔"

"اور منہ بھی میٹھا کراؤ۔" ماما نے مزید ہدایت کی وہ طیش کے عالم میں مرچ پانی سے بھری آنکھیں زور زور سے جھپکتا ایک ہاتھ سے چہرہ چھپاتا ہوا۔

"واٹ رش' یہ مووی میکر تو آنکھوں میں گھسا چلا آ رہا ہے۔ مجھ سے یہاں کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔ اس قدر لائٹس' خود ہی کریں سب کچھ۔ میں تو۔۔۔" کپکپاتے لبوں سے کہتا وہ چلاتا ہوا اسٹیج سے اترا اور گرد کے جمگھٹے کو ہاتھوں سے چیرتا پل میں وہاں سے نکل گیا۔

"اسے کیا ہوا؟" کسی نے پوچھا تھا۔

"یہ ایسا ہی ہے' ذرا سی بات پہ موڈ آف۔ اب بھلا شادی بیاہ پہ یہ سب تو ہوتا ہی ہے' شور شرابا' ہنگامہ' افراتفری اور روشنیاں' یہ تو ہر وقت بس توپ کے دہانے پہ بیٹھا رہتا ہے۔" ماما نے دہائی دی۔

"خیر یوں تو مت کہو۔ صبح سے دیکھ رہی ہوں' کسی نہ کسی کام میں لگا ہے۔ آخر انسان ہے' تھکاوٹ سر پہ سوار ہو گئی ہوگی۔ چلو چھوڑو۔" کسی نے بات کو ٹالا۔ لمبے لمبے زقند بھرتا' سارے بنگلے سے دور گھر کے اندرونی حصے میں بڑھتا چلا جا رہا تھا' جہاں روشنی تھی مگر ہنگامے نہ تھے' رونق تھی مگر چہل پہل نہ تھی۔ اس نے اپنے کمرے میں داخل ہو کے دروازہ دھماکے سے بند کیا۔

☼ ☼ ☼

"میں اوج رفیع' یاد ہے اس دن آپ کو بتا رہا تھا کہ محبت کیسے ہوتی ہے۔ یعنی ایک دفعہ کا ذکر ہے' ایک ہوتا ہے لڑکا۔ وہ کہیں جا رہا ہوتا ہے کہ اچانک اسے ٹھوکر لگتی ہے۔ تب مجھے واقعی نہیں پتا تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے' کب اور کیسے ہوتی ہے۔ لیکن آج میں جان گیا ہوں' سب جان گیا ہوں۔ لیکن جانتے ہیں کہ آج بھی میرے پاس بتانے کے لیے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک۔۔۔ ہوتا ہے لڑکا' وہ کہیں جا رہا ہوتا ہے کہ اچانک اسے ٹھوکر لگتی ہے۔"

"ہاں محبت بھی ایک ٹھوکر ہی تو ہے' راہ چلتے کب لگ جائے کیے پتا' اپنے ہی دھیان میں چلتا بندہ اچانک منہ کے بل گر جاتا ہے۔ میں بھی منہ کے بل گرا ہوں' میرے منہ میں' آنکھوں میں ہر طرف ریت ہی ریت بھر گئی ہے اور میں یہ کرکرا سا ذائقہ اپنی خشک زبان پہ پھیرتا ہوا سوچ رہا ہوں کہ میں اب کیوں گرا؟ اب۔۔۔؟ گرنا ہی تھا تو "تب" کیوں۔۔۔ تب ٹھوکر پہلے لگ جاتی۔ کچھ قدم پہلے۔ جب قدموں کے نیچے



ریت نہیں تھی سبزہ تھا۔ گرتا۔۔۔ میں کیوں نہ گرا۔۔۔ آخر بچپن میں سبزے پہ ہی تو بھاگ رہا تھا' ہر قدم پہ ایک ایک منزل تب سبزہ ہی تو تھا' جو میں سوچتا گیا جو جو میں چاہتا گیا' ملتا چلا گیا۔ جو میں چاہتا گیا' ہوتا چلا گیا۔ مجھے احساس ہی نہیں ہوا۔ اور ڈیڈی بضد تھے "اسے شادی نہیں کرنا تھی۔ راستے سے ہٹانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ کسی اور کی ہو جائے۔ غازی سے میں نے بڑی پلاننگ کے ساتھ اور رسم بھائی۔۔۔ ضروری نہیں تھا کہ بات شادی تک پہنچتی۔ قربت بڑھی۔ اتنا آگے بڑھی کہ جھٹ منگنی پٹ بیاہ تک نوبت جا پہنچی۔ میں کتنا خوش خوش اسے رخصت کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ اچانک میں منہ کے بل گر گیا۔ راہ چلتے مجھے زور کی ٹھوکر لگی تھی۔ کیسی عجیب سی ٹھوکر تھی۔ زمین آسمان گھوم کر رہ گئے' آس پاس کے سارے منظر دھندلا گئے۔ نظر میں رہا تو صرف زرد شعاعوں کے ہالے میں لپٹا' وہ دہکتا سلگتا چہرہ' وہ آنکھیں جو صرف پل بھر کو اٹھیں اور۔۔۔ اف کیا ہوا تھا مجھے' کیا وہ چہرہ پہلی بار دیکھا تھا میں نے؟ کیا وہ آنکھیں پہلی بار مجھ پہ اٹھی تھیں؟"

"میں ایک سادہ کورا دل لیے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے اسی کورے دل کے ساتھ اس کی ہتھیلی پہ مہندی لگائی تھی۔ اور شاید یہ دل ایسا ہی کورا' اتنا ہی انجان رہتا اگر میں باقی سب کی طرح گھونگھٹ میں ہاتھ ڈال کر تیل ہی لگا دیتا مگر مجھے نجانے کیا سوجھی کہ میں نے گھونگھٹ میں جھک کے اس کے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اب بھلا مجھے کیا پتا تھا کہ پیلے گھونگھٹ کی پناہ میں اس کا چہرا نئے عکس سمیٹے ہوئے ہوگا۔ لمبا سا گھونگھٹ۔۔۔ اس کے اندر سر جھکائے بیٹھی احساس شفیع۔۔۔ اسی گھونگھٹ کے اندر جھانکا میں۔۔۔ آنچل کی زردیوں سے پھوٹ پھوٹ کے نکلتی دہکتی آنچ یا پتہ نہیں نجانے اس کے رخساروں سے کہاں چھپا رکھی تھیں' میرا اندر دل میں بھڑک اٹھا۔

لال ڈوروں سے سجی متورم تھکی تھکی آنکھوں نے ایک ہی نظر میں اپنی ساری تھکن میری رگوں میں انڈیل دی۔ کپکپاتے نرم لبوں کی ساری لرزش میری پوروں میں اتر آئی۔

میں ہارا ہوا اٹھا۔ اب میرے کورے دل پہ ایک گہرا نقش تھا۔ احساس شفیع کا۔۔۔ اس احساس شفیع کا جو چند گھنٹوں بعد احساس غازی ہونے جا رہی تھی۔ اس کا نقش اب میرے یعنی اوج رفیع کے دل پہ نقش ہو چکا ہے۔

میں سرپٹ بھاگتے گرا ہوں' اتنی گہری چوٹ آئی ہے' کس کو دکھاؤں؟ کون سہلائے؟ کون مرہم لگائے؟ کیا میں خود۔۔۔؟"

☼ ☼ ☼

اور آج مہندی کا فنکشن ہے۔ احساس شفیع اور غازی مراد علی کی مہندی کی تقریب۔

"دکھاؤ ذرا' کہیں زیادہ تیز بخار تو نہیں۔" ماما نے بستر پہ آنکھیں موند کے لیٹے اوج کے ماتھے پہ فکرمندی سے ہاتھ رکھا۔

"کچھ نہیں ماما۔" وہ اکتایا ہوا سا بولا۔

"لگتا ہے تھکن ہو گئی۔" انکل نے رائے دی۔

"شفیع۔۔۔ میرے بھائی یہ تو تھکنے والا نہیں۔ تم ہی جا کر ڈاکٹر لے آؤ۔"

"پلیز ماما' ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ بس آپ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔" اس نے بازو موڑ کے چہرے پہ رکھ لیا۔

"بھابی یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اسے کچھ دیر آرام کرنے دیں۔ کئی دنوں سے مسلسل مصروفیت نے اسے تھکا ڈالا ہے۔" وہ انہیں لے کر کمرے سے نکل گئے۔

کمرہ پھر سے خالی ہونے کے بعد اوج رفیع نے آہستہ سے بازو ہٹایا۔ صبح سے کمرے میں بار بار کسی نہ کسی کی آمد جاری تھی اور ہر آمد پہ وہ جزبز ہوتا اپنا چہرہ چھپا لیتا یا رخ بدل لیتا۔

اس نے نیم تاریک کمرے میں اپنی وحشت زدہ آنکھیں پھیلا پھیلا کر کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ کامیاب ہو گیا۔ کمرے کی فضا میں ہر طرف ایک ہی چہرہ ٹمٹمانے لگا۔ اس نے بڑے دھیان سے اس چہرے پہ نظر جمائی اور کان باہر لان سے آتی ڈھولک کی تھاپ پہ لگا لیے۔

کھٹ میٹھے بولوں والے سہاگ گیت اس کی سماعتوں میں زہر گھول گئے۔ آس پاس جھلملاتا احساس کا چہرہ دھندلانے لگا۔ اوج ایک جھٹکے سے اٹھا تیز بخار کی وجہ سے ایکدم اس کا سر چکرا گیا لیکن اس نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا۔ اور سائیڈ ٹیبل سے اپنی بائیک کی چابیاں اٹھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

✡ ✡ ✡

اور اس وقت نکاح کی تیاریاں ہیں۔ احساس شفیع اور غازی مراد علی کے نکاح کی۔ بارات کا وقت رات نو بجے ہے اور اس کے استقبال کے لیے رفیع صلاح الدین نے ایک مہنگے بینکوئٹ ہال میں شاندار انتظامات کرا رکھے ہیں۔ لیکن نکاح کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا گیا تاکہ شام کو اگر بارات تاخیر سے بھی آئے تو رخصتی میں دیر نہ ہو۔

غازی کے ساتھ اس کے والدین کے علاوہ تایا، چچا نانا اور بہنوئی بھی تھے۔ مہمانوں کے لیے پرتکلف ناشتے کا بھی اہتمام تھا۔

مہندی کا فنکشن رات دیر تک چلتا رہا تھا اس لیے گھر پہ موجود مہمانوں کی اکثریت ابھی تک سو رہی تھی۔ صرف چیدہ چیدہ بزرگ نکاح کے لیے موجود تھے۔ نئی نسل میں سے احساس کے علاوہ صرف اوج رفیع ہی جاگ رہا تھا بلکہ وہ تو اس سے بھی پہلے جاگ چکا تھا۔ شاید سب سے پہلے۔ یا شاید وہ تو سویا ہی نہیں تھا۔

گھر میں اتنا اہم واقعہ ہونے جا رہا تھا لیکن خاصا خاموشی اور سکون کا سا ماحول تھا۔ اکثر کمرے بند تھے۔ لان میں رات ہونے والے ہنگامے کے اثرات باقی تھے مہندی کے۔ بکھرے ہوئے پھولوں کی پتیاں، موتیے کے گجرے۔ لان کے دوسری طرف کھانے کی باقیات۔ ایک طرف قطار در قطار اوپر تلے رکھی کرسیاں۔

احساس رت جگے سے متورم آنکھیں زردی کھنڈے دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں تنہا تھی۔

ہال کمرے میں غازی اور اس کے گھر والوں کے علاوہ ڈیڈی، انکل اور ماما موجود تھے۔ احساس کی بڑی ممانی، خالہ اور خالو بھی موجود تھے۔ اوج نکاح خواں کو بلانے کے لیے جا چکا تھا۔ ماما کے اشارے پہ ملازم نے ناشتے کے لوازمات ٹیبل پہ چن دیے۔ حلوہ پوری، پراٹھے، نہاری، کلیجی، آملیٹ، ابلے انڈے، کشمیری چائے اور باقر خانیاں بھاپ اڑا رہے تھے۔

"لیجیے بھائی صاحب، آپ تو تکلف کر رہے ہیں۔" انکل نے غازی کے والد کو کہا جو کن انکھیوں سے اپنی بیگم کو ٹٹولتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بات یہ ہے کہ ہم نکاح سے پہلے کچھ معاملات کلیئر کر لینا چاہتے ہیں۔" آخر کار انہوں نے کھنکارتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ اگرچہ الفاظ عام سے تھے لیکن انداز حد سے زیادہ غیر معمولی۔ جس نے سب ہی کو چونکا کے رکھ دیا۔ غازی کے ساتھ آئے اس کے تایا اور ماموں وغیرہ البتہ سارے معاملے سے بے نیاز ناشتا اڑا رہے تھے۔

"جی کہیے، ایسا کون سا معاملہ ہے جسے اس وقت کلیئر کرنے کی ضرورت آن پڑی۔" آخر کار ڈیڈی نے خشک لہجے میں پوچھ ہی لیا۔ انکل تو گم صم بیٹھے رہ گئے۔ انہوں نے غازی کی والدہ کے چہرے پہ نجانے ایسا کیا پڑھ لیا تھا کہ خوف زدہ ہو گئے۔

✡ ✡ ✡

اور یہ شادی کی تقریب تھی۔ احساس شفیع اور اوج رفیع کی شادی کی تقریب۔ ایک ہی گھر سے بارات نکلی اور اسی گھر سے بنی سنوری دلہن نکلی۔ ایک خوبصورت



خوبصورت جوڑا ان خوبصورت

ہے میرج ہال میں یہ خوبصورت جوڑا اور اب کچھ دیر بعد ہی دلہن ساتھی کو بیاہ کر گھر بسا رہا ہے اور اسی گھر میں رخصت ہو کر چلی اسی دولہا کے ساتھ آئے تھے۔ دونوں کا نکاح آج صبح اسی گھر میں ہو چکا تھا۔

جگمگ شرارے پہ ڈل گولڈن کام کے ساتھ بھاری گوٹہ، جھمکوں اور جھومر ٹیکے کے ساتھ احساس بلا کی خوبصورت لگ رہی ہے اور اس کے برابر شہزادوں کی سی سج دھج والا اوج آف وائٹ شیروانی کلاہ اور کرتا شلوار کے ساتھ خوشی اور فتح کی سرشاری سے تمتماتا چہرہ لیے چمک رہا ہے۔

ماما اور ڈیڈی کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی۔ انکل کے چہرے سے وہ گھبراہٹ مفقود تھی جس نے پچھلے کئی دن سے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ اب وہاں سکون ہی سکون تھا۔ اطمینان ہی اطمینان تھا۔

بے خبر مہمان آتے ہی ایک زبردست سے جھٹکے سے دوچار ہوتے اور باخبر مہمان جو نکاح کے وقت موجود تھے۔ ہنس ہنس کے اس خوشگوار تبدیلی کی وجہ بتاتے۔ اس تبدیلی کی جس کے نتیجے میں آج اوج رفیع، غازی مراد علی کی جگہ فاتح بنا کھڑا تھا۔

✡ ✡ ✡

"میں اوج رفیع، میرا خیال ہے اب تعارف کی مزید ضرورت نہیں ہے۔ اب تک تو آپ مجھے جان ہی چکے ہوں گے بلکہ جو کچھ میں بتانے جا رہا ہوں اس کے بعد تو کبھی بھول ہی نہیں سکتے۔

اچانک لگی چوٹ نے کچھ دیر کے لیے میرے حواس ضرور مختل کر دیے تھے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بالکل ہی آؤٹ ہو گیا تھا۔ مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا کوئی حل۔ کوئی علاج۔ کوئی مداوا۔ کوئی مرہم۔ اور آپ جانتے ہیں اس زخم کا مرہم کیا ہوتا ہے۔ وصل سے بڑھ کے اور کیا ہو سکتا ہے اور اس مرہم کا انتظام مجھے خود کرنا تھا۔ کس سے مانگتا، کس کو زخم دکھاتا۔ انہیں جو پہلے ہی۔ اب کیا وجہ بتاتا

خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز
کی ایک خوبصورت پیشکش
نامور مصنفہ رضیہ جمیل
کا "ساگر دریا بادل بوند"
کے بعد مشہور و معروف ناول
اک گھروندہ برف کا
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
☆ خوبصورت سرورق
☆ مضبوط جلد
☆ آفسٹ پیپر
قیمت صرف =/300 روپے
کتاب منگوانے کے لیے
آج ہی =/330 روپے
کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں۔
ملنے کا پتا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی

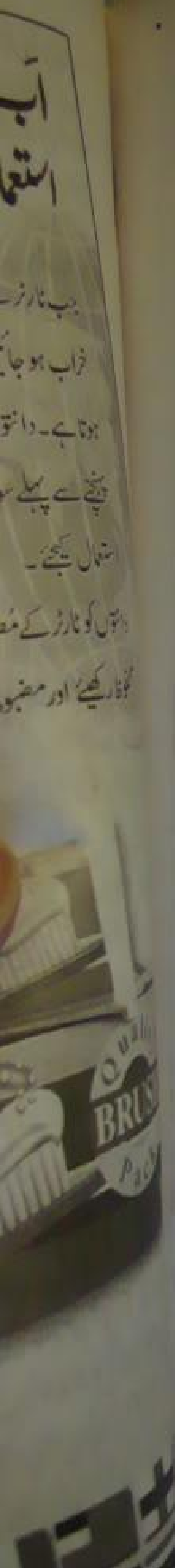

انہیں اپنے فیصلے کی تبدیلی کی۔۔۔ کیا یہ بتاتا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک لڑکا تھا' وہ کہیں جا رہا تھا کہ اچانک اسے ٹھوکر لگتی ہے۔

میرا دماغ اتنا بھی خراب نہیں تھا کہ میں یہ مقدمہ ڈیڈی یا ماما کے سامنے پیش کرتا۔ یہ جنگ مجھے خود لڑنا تھی اور میں نے لڑی بھیا خوب لڑی۔ ذرا سا دماغ ہی تو لڑانا تھا کون سا توپیں چلانا تھیں یا میزائل گرانا تھے اور آنٹی یعنی غازی کی امی کے لیے تو ایک ہی میزائل کافی تھا۔

جیسے ہی یہ بات میرے دماغ میں آئی میں بخار و خار سب بھول کے اٹھ کھڑا ہوا اور بائیک اڑاتا سیدھا وہاں پہنچا۔

جب میں احساس کی کچھ موجود اور کچھ ناموجود جائیداد کی جھلک دکھا کے انہیں دیوانہ کر سکتا تھا تو اسی جائیداد کو مکمل غیر موجود قرار دے کر انہیں مکمل پاگل بلکہ پاگل کا پتر بھی بنا سکتا تھا۔ یہ بہت آسان کام تھا اور میں نے بہت آسانی سے کیا۔ مجھے کرنا ہی کیا تھا صرف یہ کہ آنٹی صاحبہ کو مطلع کرتا کہ احساس کے پاپا یعنی میرے انکل دوسری شادی کے چکر میں ہیں اور اسی چکر میں انہوں نے بیٹی کو خالی ہاتھ رخصت کرنے کا پروگرام بنایا ہے تاکہ ساری پراپرٹی نئی نویلی بیوی کے نام لگائی جائے۔ خبردار کرنے کے بعد میں نے احتیاطاً" انہیں ہدایت کی۔

"اور آنٹی پلیز' اس بات کی ہوا بھی انہیں نہیں لگنا چاہیے کہ آپ میری وجہ سے سب جان چکی ہیں اور احساس کی پراپرٹی کی آپ کو سب خبر ہے۔ بس آپ انجان بن کے ان سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنی فیکٹری' بنگلہ اور کچھ زمین وغیرہ سب احساس کے نام کر دیں۔ میں جانتا ہوں آپ کو کوئی لالچ نہیں لیکن احساس۔۔۔ اس بے چاری کا کیا ہو گا اس کا حق غصب ہو رہا ہے۔ آپ ہی اس کی مدد کریں۔ یہ ٹھیک ہے یہ مطالبہ کرتے ہوئے آپ کو برا ضرور لگے گا لیکن اس میں آپ کی ہونے والی بہو کا فائدہ ہے۔"

اور آنٹی کی بلا سے احساس کا فائدہ ہو یا کباڑا۔۔۔

انہیں تو گھر آتی دولت واپس پلٹتی نظر آ رہی تھی۔ فوراً" بوکھلا کے وہاں دوڑیں اور چھوٹتے ہی نکاح سے پہلے جائیداد کی منتقلی کے کاغذات تیار کروانے کی شرط عائد کر دی۔ انکل تو ہکا بکا رہ گئے۔ تقریباً" سب ہی لوگ لعن طعن کرنے لگے اور اس سے پہلے کہ آنٹی شرمندہ ہو کے فی الوقت اس مطالبے سے دستبرداری کا فیصلہ کرتیں۔ میرے ڈیڈی کا جلال کروٹ لے کر بیدار ہو گیا اور پہلی بار ڈیڈی کا غصہ مجھے پیارا لگا۔ وہ گرج رہے تھے میں چہک رہا تھا۔ وہ مہمانوں کی بے عزتی کر کے انہیں فوراً" گھر سے نکل جانے کا حکم دے رہے تھے اور میں لڈیاں ڈال رہا تھا۔

لڈی ہے، جمالو پاؤ لڈی ہے، جمالو۔۔۔

میری لڈی کو بریک لگ گئے جب اچانک ڈیڈی نے مجھے پٹخ کے صوفے پہ پھینکا۔

"مولانا صاحب آپ نکاح پڑھائیے۔ اور ہاں آپ لوگ چھوہارے کھا کے جائیے گا۔" انہوں نے غازی کے والدین کے پیچھے آواز لگائی مگر شاید انہیں چھوہاروں سے خاص رغبت نہ تھی اس لیے تن فن کرتے باہر نکل گئے۔ میں نے البتہ اس دن خوب چھوہارے اور مکھانے کھائے۔

اس دن۔۔۔ یعنی کل صبح۔۔۔ جی ہاں رات کے دو بج چکے ہیں' اگلا دن شروع ہو چکا ہے۔ اب میری نکاح کی تاریخ کل کا قصہ ہے۔ اب مجھے اجازت دیں مجھے اندر جانا ہے۔ بھئی اندر یعنی اپنے کمرے میں۔۔۔ سارا گھر مجھے ڈھونڈ رہا ہو گا کہ یہ دولہے میاں کہاں فرار ہو گئے۔ اگرچہ مجھے بھی کم جلدی نہیں تھی احساس سے ملنے کی مگر کیا کروں پیٹ کا بوجھ بھی تو ہلکا کرنا تھا اسی لیے اسٹڈی میں چھپ کر ڈائری لکھنے لگا بس اب اندر کی بات اگل دی' اب میں چلا۔۔۔ ابھی اسے بھی تو وہ کہانی سنانا ہے۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے' ایک تھا لڑکا۔۔۔ ایک دن وہ جا رہا ہوتا ہے کہ اچانک اسے ٹھوکر لگتی ہے۔۔۔"

✿ ✿